مولانا محمد احسن نانوتویؒ

مؤلفہ

محمد ایوب قادری ایم اے

روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بی ون، ایریا ۱۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بار اول ایک ہزار

سال طباعت ۱۹۶۶ء

قیمت چار روپئے

ملنے کے پتے

پاکستان میں (۱) ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور
(۲) مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ، مسلم مسجد انارکلی چوک لاہور
(۳) عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور
(۴) [illegible] بکڈپو نزد اردو کالج، شیلڈن روڈ کراچی علے

انڈیا میں (۱) مکتبہ نشاۃ ثانیہ معظم جاہی مارکیٹ حیدرآباد علے
(۲) کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ یوپی
(۳) مکتبہ تجلی دیوبند یوپی
(۴) کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

مطبوعہ :- جاوید پریس کراچی

فہرست مضامین

انتساب

مخدوم و محترم مولوی حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب

کے نام

جو خلوص و محبت کے پیکر، علم و فضل کے مالک

اور اہل علم کے قدرداں ہیں، ———

میں اپنی یہ ناچیز تالیف معنون کرنے میں مسرّت

محسوس کرتا ہوں۔

نیاز آگین :- محمد ایوب قادری

تقریب

از محمد ایوب قادری، ایم۔ اے (مؤلف)

حامداً و مصلیاً و مسلماً، خاکسار محمد ایوب بن میاں مشیت اللہ قادری مرحوم و مغفور عرض پرداز ہے کہ مولانا محمد احسن نانوتوی انیسویں صدی عیسوی کے مشاہیر علماء میں ہیں مگر افسوس کہ دوسرے اکابر علماء کی طرح ان کے حالات بھی پردہ گمنامی میں ہیں۔ میں سب سے پہلے ان کی دو کتابوں "قواعد اردو" اور "رسالہ عروض" کے ذریعہ ان سے متعارف ہوا اور معلوم ہوا کہ مولانا محمد احسن نانوتوی بریلی کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر تھے۔

جب میں نے روہیل کھنڈ کے علماء پر کام کرنے کا آغاز کیا تو مولانا محمد احسن نانوتوی کے علمی کارناموں کا علم ہوا کہ انہوں نے بریلی میں تصنیف و تالیف کا ایک مفید سلسلہ شروع کیا، اپنا مطبع صدیقی قائم کر کے علوم اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

خاص طور سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور زمانہ کتب حجتہ اللہ البالغہ اور ازالتہ الخفاء وغیرہ طبع و شائع کرکے وقف عام کیں اس کے بعد مولانا محمد احسن کے حالات کی تلاش و جستجو ہوئی۔ اور مدتوں کی کوشش و کاوش کے بعد مولانا کے حالات پر مشتمل ایک طویل مقالہ تیار ہو گیا۔ جو "العلم" کراچی کی مختلف تین اشاعتوں میں شائع ہوا۔

خدا کا شکر ہے کہ برصغیر پاکستان و ہند کے علمی حلقوں میں یہ مقالہ پسند کیا گیا۔ مولانا محمد میاں (دہلی) مولانا محبوب رضوی (دیوبند) مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، پروفیسر حامد حسن قادری اور سید ہاشمی فرید آبادی مرحوم وغیرہ حضرات نے خاص طور سے ہمت افزائی فرمائی۔

اب اسی مقالہ کو نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے میں حضرت مفتی محمد شفیع اور مولانا عبدالرشید نعمانی کا شکر گذار ہوں کہ ان بزرگوں نے تعارف و پیش لفظ لکھ کر میری ہمت افزائی فرمائی۔

مولانا عبدالحلیم چشتی، حکیم محمود احمد برکاتی اور رضی احمد صاحب (دارالاشاعت کراچی) کا بھی شکر گذار ہوں کہ ان محبین و مخلصین کے ذخائر علمیہ سے میں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

اردو، کالج کراچی
۱۳ اگست ۱۹۶۶ء

محمد ایوب قادری

تعارف

از مفتی محمد شفیع صاحب، صدر دار العلوم، کراچی

حضرت مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مرتبۂ محترم محمد ایوب صاحب قادری نظر نواز ہوا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمادے کہ ایک ایسے بزرگ کے تذکرہ کو زندہ کیا جس کو زمانہ کی تاریخ نے یکسر فراموش کر دیا تھا حالانکہ اُن کی نہایت مفید تالیفات و تراجم ان کی زندہ جاوید خدمات ہیں مگر مصنف کا ترجمہ اور حالات سامنے نہ ہوں تو بہت سی تصانیف بھی بے التفاتی اور خمول کے زاویہ میں پڑجاتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد احسن صاحب قدس سرہ کا تذکرہ موجودہ زمانہ کے کسی مستقل تذکرہ میں موجود نہ ہونے کے سبب اس کا لکھنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر ہمارے محترم دوست محمد ایوب صاحب قادری کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق و تفتیش کا اچھا سلیقہ اور سلیس انداز میں لکھنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا ہے آپ نے نہایت محنت و جانکاہی سے حضرت ممدوح کے تذکرہ کے ضروری اجزاء سب ہی جمع کر لئے فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول و نافع بنادے، واللہ المستعان

بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ
دار العلوم کراچی ۱۴
۱۷ شوال ۱۳۸۱ھ

پیش لفظ

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، جامعہ اسلامیہ بھاولپور

استاذ مرحوم مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی کے انتقال[۱] سے غالباً دو تین ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ موصوف کا ایک دستی والانامہ ہمارے دوست ڈاکٹر نیوم سعادت خاں صاحب کے مطب سے وصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ رسالہ "تحذیر الناس" (مولفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ) حامل رقعہ ہذا جناب محمد ایوب صاحب قادری کو دیدیا جائے۔ چنانچہ مولانا کے ارشاد کی تعمیل کی گئی اور رسالہ مذکورہ مطب پر پہنچادیا گیا۔ لیکن جناب قادری صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی۔ یہ رقعہ میرے پاس اُن کے برادر نسبتی لطافت میاں لائے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون مولانا صاحب ہیں جنہیں اس رسالہ کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کہنے لگے مولانا نہیں ہمارے بہنوئی قادری صاحب ہیں جو بی۔ اے پاس[۲] ہیں۔ میں نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ انہیں اس رسالہ سے کیا کام ہے اس پر انہوں نے بتایا کہ وہ تو بڑے بڑے مضمون لکھا کرتے ہیں اور تصنیف کیا کرتے ہیں اب تو مجھے ان قادری صاحب کے دیکھنے کا اشتیاق

---

[۱] استاذ مرحوم کی تاریخ وفات شب سہ شنبہ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء ہے

[۲] اس کے بعد ایم۔ اے کیا اور اب اردو کالج میں لکچرار ہیں۔

پیدا ہوا اور لطافت میاں سے کہا کہ ان سے ملاقات ضرور کرائیے گا۔ اتفاق کی بات دو چار دن کے بعد ہی مطب جانا ہوا تو قادری صاحب وہاں تشریف فرما تھے۔ پہلی ہی صحبت میں طبیعت ان کے علمی ذوق سے متاثر ہوئی، دیر تک علمی باتیں ہوتی رہیں۔ موصوف نے بتایا کہ وہ روہیل کھنڈ کے علماء پر کام کر رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں ان کو حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کا رسالہ مطلوب تھا۔ ذوق کی ہم آہنگی بھی عجیب شے ہے کوئی صاحب ذوق مل جاتا ہے تو پھر اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی مجلس سے باہمی ارتباط قائم ہوگیا۔ ملاقاتیں بڑھتی گئیں اور کوئی مجلس مذاکرۂ علمیہ سے خالی نہیں رہی۔ میں نے جب ان سے کوئی بات پوچھی ہمیشہ ان کو حاضر العلم پایا جس سے ان کے ذوق طلب اور تفحص و تحقیق کا نقش دل پر قائم ہوگیا۔ مغرب کی غلامی سے اب مشرق میں بھی معیارِ فضیلت ڈاکٹریٹ کی ڈگری ہوگیا ہے (ہمارے قادری صاحب کو یہ فضیلت تو ابھی حاصل نہیں ممکن ہے آگے چل کر زمانہ کے ہاتھوں وہ بھی اس فضیلت کے حصول پر مجبور ہو جائیں) لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس وقت اپنے موضوع پر ان کی جیسی عمیق اور گہری نظر ہے اور جتنی اہم اور وسیع معلومات وہ رکھتے ہیں اس کے اعتبار سے جناب محمد ایوب صاحب قادری کے "محقق محاشہ" (ریسرچ اسکالر) ہونے میں کسی کوتاہ نظر ہی کو شک ہو سکتا ہے۔ موصوف کے جو کارنامے اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ وقائع عبد القادر رام پوری اور تذکرۂ علماء ہند پر ان کی جو قیمتی تعلیقات و حواشی ہیں اور مختلف علماء پر جو ان کے علمی و تحقیقی مقالات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں وہ اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ قادری صاحب ریسرچ اور تحقیق میں یورپ کے بہترین اسکالروں کے ہم پایہ ہیں۔

مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح وحالات پر قادری صاحب کی یہ کتاب بھی ان کی اسی تحقیق اور ریسرچ کا نمونہ ہے جس میں انہوں نے نہایت تفصیل وجامعیت سے مولانائے ممدوح کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کیا ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی کا شمار گذشتہ صدی کے نامور اور باکمال علماء میں ہے اور ان کی علمی خدمات سے عوام وخواص نے یکساں فائدہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ جہاں انھوں نے ایک طرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء جیسی بے نظیر کتابوں کو جواب تک قلمی صورت میں پڑی ہوئی تھیں اپنے مطبع صدیقی بریلی سے طبع کرکے شائع کیا۔ وہاں دوسری طرف احیاء العلوم اور در مختار جیسی بیش بہا اور گرانقدر کتابوں کا ترجمہ کرکے تصوف وفقہ کی دولت کو وقف عام کیا۔ قادری صاحب کی یہ مبارک کوشش بلا شبہ نہایت لائق تحسین وباعث ستائش وآفرین ہے۔ اور گو بادی النظر میں یہ ایک چھوٹی سی کتاب معلوم ہوتی ہے لیکن اس کی ترتیب وتدوین میں موصوف نے جس محنت وجانفشانی سے کام لیا ہے اس کا صحیح اندازہ درحقیقت وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کو اس موضوع پر خود بھی کچھ کام کرنے کا موقع ملا ہو۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ موصوف کی اس سعی مستحسن کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی عمر وعلم میں برکت عطا کرے تاکہ ان کی مزید تحقیقات سے ملک وملت کو فائدہ پہنچے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد عبدالرشید نعمانی غفر اللہ لہ
شب چہارشنبہ، بعد نماز عشاء
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا اقتدار حکومت کم و بیش آٹھ نو سو سال رہا۔
اس مدت میں انہوں نے بڑے بڑے شہر و قصبات آباد کئے مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں
بنائیں خاص خاص مرکزی مقامات دہلی، لاہور، ملتان، ٹھٹھہ، آگرہ، بدایوں، جونپور،
گوڑ وغیرہ جیسے مقامات کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبات و قریات بھی علماء فضلاء کی
سکونت کی وجہ سے علوم و معارف کے مراکز بن گئے دہلی سے قریب دامن کوہ کے علاقہ میں
کئی ایسے قصبے کلیر، گنگوہ، انبیہٹہ، جھنجھانہ، تھانہ بھون، دیوبند، کاندھلہ، منگلور،
کیرانہ، پھلت[1]، رام پور (منہاران) اور نانوتہ وغیرہ نو مسلم آبادیاں ہیں جو مسلمانوں کے
قیام و سکونت کے باعث ایک خاص اہمیت کی حامل ہو گئیں۔ ان قصبات میں شاہ علاؤالدین
صابر مخدوم (المتوفی سنہ ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) شاہ عبدالقدوس (المتوفی سنہ ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) شاہ ابوالمعالی
(المتوفی سنہ ۱۱۱۲ھ/۱۷۱۱ء) میانجیو نور محمد (المتوفی سنہ ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) حاجی امداد اللہ (المتوفی سنہ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء)
مولانا ذوالفقار علی (المتوفی سنہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مفتی الٰہی بخش (المتوفی سنہ ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) قاضی محمد اسمٰعیل
(المتوفی سنہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) مولوی رحمت اللہ (المتوفی سنہ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) شاہ محمد عاشق (تلمیذ رشید
حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) مولوی عبدالسمیع بیدل (المتوفی سنہ ۱۹۰۱ء) اور مولانا
مملوک العلی (المتوفی سنہ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کی وہ نامور ہستیاں

---

[1] قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر کو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ رف (سنہ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)
کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

گزری ہیں جن کے نام برصغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہاں ہمیں ان ہی مردم خیز مقامات میں سے قصبہ نانوتہ کے ایک نامور عالم مولانا محمد احسن نانوتوی رح کا تذکرہ لکھنا مقصود ہے جن کی تمام زندگی ترویج و اشاعتِ علم کے لئے وقف رہی اور جنہوں نے دین و مذہب کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

خاندان

سکندر لودی کے عہد میں خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہر الدین دہلی آئے اور جہاں آباد کے قاضی مقرر ہوئے ان کے بیٹے میراں بڈھے نہایت جری اور بہادر تھے انہوں نے نانوتہ کے قرب و جوار کے سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کا مطیع و منقاد بنایا جس کے صلہ میں قاضی میراں بڈھے علاوہ املاک و جاگیر عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے دور شاہجہانی میں ان ہی قاضی میراں بڈھے کی اولاد میں ایک بزرگ مولوی محمد ہاشم ہوئے جو دربار شاہی میں مقرب تھے ان کو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے نانوتہ میں مولوی محمد ہاشم کی اولاد خوب پھولی پھلی مولانا محمد احسن ان ہی مولوی محمد ہاشم کی اولاد میں ہیں [1]

مولوی محمد ہاشم کے پرپوتے شیخ ابو الفتح تھے جن کے تین بیٹے ہوئے حکیم عبد اللہ، شیخ محمد عاقل اور شیخ علاء الدین۔ حکیم عبد اللہ کی اولاد علم و امارت کے اعتبار سے ممتاز رہی۔ شیخ محمد عاقل کی اولاد کو دنیوی اعزاز ملا۔ شیخ علاء الدین کی اولاد علم و امارت میں حکیم عبد اللہ اور شیخ محمد عاقل کی اولاد کی برابری کو نہ پہنچ سکی۔

---

[1] یہ تمام تر خاندانی روایات ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے مکتوبات مولانا محمد یعقوب ص ۱۰۴ مطبع احمدی، علیگڈھ ۱۳۲۷ھ)

ان ہی شیخ علاؤ الدین کے پرپوتے شیخ اسد علی تھے جن کے نامور فرزند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہوئے اور اس طرح اس شاخ کو خصوصی شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ شیخ محمد عاقل کی اولاد دولت و امارت کے اعتبار سے خاندان میں ممتاز تھی مگر اس شاخ نے شیعیت اختیار کرلی[1] اور وہ شیخ تفضل حسین (ابن شیخ علی محمد) تھے۔ شیخ تفضل حسین بعض خاندانی نزاعات کی وجہ سے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ماموں فصیح الدین ولد وجیہ الدین کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

حکیم عبد اللہ کی اولاد نہ صرف خوش حال تھی بلکہ علم و حکمت کی دولت سے بھی مالامال تھی حکیم عبد اللہ کے بیٹے حکیم غلام اشرف تھے جن کے تین بیٹے مولوی احمد علی، حکیم ولی محمد اور حافظ محمد حسن ہوئے مولوی احمد علی وہ خوش نصیب اور با اقبال شخص تھے کہ جن کے فرزند

---

[1] مغلوں کے عہد زوال میں دربار دہلی میں ایرانیوں کا اقتدار خاص طور سے بڑھ گیا تھا سادات بارہہ چھائے ہوئے تھے اودھ میں نوابان لکھنؤ کا طوطی بول رہا تھا اس زمانہ میں شیعیت کی خوب اشاعت ہوئی نوابانِ اودھ نے ان سینکڑوں علماء و مشائخ کے روزینے اور معافیات ضبط کرلیں جنہوں

شیعیت اختیار نہ کی میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ روہیلکھنڈ میں خاص طور سے نوابانِ لکھنؤ کے عہد میں شیعیت کو فروغ حاصل ہوا، سادات امروہہ اور نوابانِ رام پور نے نوابانِ لکھنؤ کے اثر سے امامیہ مذہب اختیار کرلیا بدایوں میں حمیدی خاندان کے ایک حصے نے شیعیت اختیار کرلی۔ حالانکہ یہ خاندان خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "فضائل صحابہ و اہل بیت" از شاہ عبد العزیز دہلوی کا مقدمہ، رقم زدہ خاکسار محمد ایوب قادری جو پاک اکیڈمی کراچی ۱۹ نے ابھی حال میں شائع کی ہے۔

شیخ العلماء استاذ الاساتذہ مولانا مملوک العلی نانوتویؒ تھے۔

حکیم ولی محمد کے بیٹے حکیم امانت علی اور پوتے حکیم دیوان عبد السمیع نانوتہ کے مشہور طبیب گزرے ہیں۔

حافظ محمد حسن کے بیٹے حافظ لطف علی تھے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی کے والد ماجد تھے۔ حافظ لطف علی "حافظ ابن حافظ" تھے۔ لطف علی نہ صرف حفظ کلام اللہ کی دولت سے مالا مال تھے بلکہ انہوں نے مروجہ رسمی علوم بھی حاصل کئے تھے۔ خاندان میں علم و فضل تھا۔ حقیقی چچا زاد بھائی مولانا مملوک العلی ممتاز عالم و فاضل تھے جن کے علم و فضل کا ڈنکا دار الحکومت دہلی میں بج رہا تھا اور جو مسلک "ولی اللہی" کی خاموشی سے خدمات انجام دے رہے تھے اس سلسلہ کا اجمالی شجرہ اگلے صفحہ پر درج ہے۔

مولانا مملوک العلی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، دلی کالج میں شعبہ عربی کے صدر تھے اس کے علاوہ گھر پر بھی طلباء کو تعلیم دیتے تھے مولوی کریم الدین پانی پتی (متوفی ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء) لکھتے ہیں۔[1]

"مدرس اول مدرسہ دہلی مولوی مملوک العلی مدظلہ عالم بے بدل اور متقی بے مثل اور فاضل کامل ہیں۔ عہدہ میر مولوی بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار مدرسہ میں مقرر ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس فاضل کی جیسی قدر چاہیئے ویسی نہیں۔ فارسی، اردو اور عربی تینوں زبانوں میں کمال رکھتے ہیں۔ ہر ایک علم اور فن سے جو ان زبانوں میں ہیں۔ مہارت تامہ ان کو حاصل ہے اور جس فن کی کتاب اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ ہوتی اس سے چند روز میں مناسبت پیدا کر لیتے ہیں۔"

---

[1] تذکرہ طبقات الشعرائے ہند از کریم الدین صفحہ ۴۶۳ دہلی ۱۸۴۸ء

- مولوی محمد ہاشم ۱؎
  - شیخ عبدالسمیع
    - شیخ محمد مفتی
      - شیخ ابوالفتح
        - شیخ علاؤالدین
          - شیخ محمد بخش
            - شیخ غلام شاہ
              - شیخ اسد علی
                - مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
        - شیخ محمد عاقل
          - شیخ علی محمد
            - شیخ تفضل حسین
              - ابوالحسن
              - امام
              - محمد حسین
            - شیخ خادم حسین
              - شیخ حبیب حسین معروف بہ دادا حبیب
        - حکیم عبداللہ
          - حکیم غلام اشرف
            - مولوی احمد علی
              - مولانا مملوک العلی رحمہ اللہ
                - مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ
            - حکیم ولی محمد
              - حکیم امانت علی
                - حکیم دیوان عبدالسمیع
            - حافظ محمد حسن
              - حافظ لطف علی
                - مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ
                - مولانا محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ
                - مولوی محمد منیر نانوتوی رحمہ اللہ

۱؎ مولوی محمد ہاشم سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مکمل سلسلہ مکتوبات مولانا محمد یعقوبؒ (ٹائٹل پیج ۔۳۔۱) میں درج ہے ۲؎ ابھی حال میں نانوتہ کے صدیقی شیخ زادوں (قریشی)

اس خانوادۂ صدیقی کے اراکین علم و امارت کے ساتھ ساتھ دینداری، اتباع سنت اور پابندیٔ شرع جیسے صفات حسنہ سے بھی متصف تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جو تحریک ولی اللہی کے ایک سرگرم کارکن اور مشہور صاحب نسبت بزرگ تھے کی ننہال بھی اسی صدیقی خاندان میں تھی[1] جس کے ایک رکن مولانا محمد احسن نانوتوی بھی تھے نانوتہ میں حاجی صاحبؒ کی بہن بھی بیاہی تھیں اس لئے حاجی صاحب اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے نانوتہ میں حاجی صاحب کے مرید بھی تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں[2]

(بقیہ صفحہ ۱۸) کا ایک "نسب نامہ" مرتبہ مفتی محمود احمد نانوتوی، قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے شائع کرایا ہے اس میں مرتب شجرہ نے محمد مفتی کو محمد معین بغیر حوالہ کے لکھ دیا ہے حالانکہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب نانوتوی، سوانح عمری، مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی صفحہ ۳ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ دیوبند) سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی جلد اول صفحہ ۱۷ (دیوبند ۱۳۷۳ھ) اور شجرہ شیخ زادگان نانوتہ (قلمی) مملوکہ منشی ظفر احمد نانوتوی میں ان کا نام محمد مفتی تحریر ہے۔

[1] حضرت حاجی امداد اللہ کی والدہ کا نام "حسینی" تھا جو شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی کی صاحبزادی تھیں نانوتہ کے صدیقی شیوخ کی تمام شاخوں کے شجرے منشی ظفر احمد وکیل نانوتوی مرحوم کے ذخیرۂ علمی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے معلوم ہوا کہ شیخ علی محمد تفضل حسین کے والد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے نانا ہیں۔ قلمی شجرہ کے علاوہ ملاحظہ ہو امداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۵ (تھانہ بھون ۱۹۲۹ء)

[2] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ صفحہ ۴

"جناب مخدوم العالم حاجی امداد اللہ صاحب سے جو رابطہ نسب تھا۔ حضرت مخدوم (حاجی صاحبؒ) کی نانہال ہمارے خاندان میں تھی اور بہن اُن کی یہاں بیاہی تھیں اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے (ہم) ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور (وہ) نہایت محبت و اخلاص فرماتے جزو بندی کی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں (مولانا محمد یعقوبؒ و مولانا محمد قاسمؒ) نے سیکھی"

مولانا محمد احسن کے خاندان سے حضرت حاجی صاحب کی نہ صرف رشتہ داریاں تھیں بلکہ خود مولانا محمد احسن کی والدہ اور خالہ بھی حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھیں ایک دفعہ مولانا محمد احسن کے چھوٹے بھائی مولوی محمد منیر بیمار ہوئے اطباء نے پرہیز کا سخت حکم دیا بہت دنوں تک پرہیزی کھانا کھاتے کھاتے تنگ آگئے اتفاق سے حضرت حاجی صاحب نے نانوتہ ورود فرمایا مولوی محمد منیر کی والدہ نے اُن کی دعوت کی حاجی صاحب نے مولوی محمد منیر کو بھی دعوت میں شرکت کا حکم دیا اور کہا کہ جی بھر کر کھاؤ دوسرے دن ان کی خالہ کے گھر بھی حاجی صاحب کا یہی حکم رہا اور اس طرح مولوی محمد منیر پرہیز سے چھوٹ گئے[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد احسن صاحب کے خاندان میں حاجی صاحب کی نہ صرف مختلف رشتہ داریاں تھیں بلکہ خاندان کے اکثر حضرات حاجی صاحب کے حلقۂ بیعت و ارادت میں بھی منسلک تھے۔

---

[1] کرامات امدادیہ مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۴۔۲۵ (مطبع انتظامی کانپور ۱۳۱۷ھ)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانوتہ میں ورود کی شہادتیں بھی ملتی ہیں۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں[1]

"سید صاحب نانوتہ بھی تشریف لے گئے تھے وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے ایک مرید نے بیان کیا کہ میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب جامع مسجد کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں نہایت تشکیل و جمیل تھے اور آپ نے اپنی پگڑی اتار کر اپنے ہاتھ میں لے کر باقی بیعت کرنے والوں کو پکڑا دی لوگ برابر دوسرے سرے تک اس کو پکڑے ہوئے تھے اور پگڑی کھنگھورے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف اس کو تھامے ہوئے تھے

نانوتہ میں شیعوں کے عالم، مولوی غلام حسین بھی سید صاحب سے ملے تھے[2] سید احمد شہید کے دورہ سے نانوتہ وغیرہ قصبات میں تبلیغ و اصلاح کے مفید اثرات ظاہر ہوئے۔

پیدائش مولانا محمد احسن کی تاریخ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ ارواح ثلاثہ میں مولانا محمد احسن کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر نانوتوی کے سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد دوم از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صہ ۲۷۲ (میرٹھ ۱۹۰۵ء)

[2] تذکرۃ الرشید جلد دوم صہ ۲۷۳

"مولوی محمد مظہر نانوتوی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی دونوں سے بڑے تھے"۔ [1]

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا سال پیدائش ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء اور مولوی رشید احمد گنگوہی کا سال پیدائش ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء ہے مولوی محمد مظہر کا سال پیدائش ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء ہے کیونکہ "محمد مظہر" تاریخی نام ہے اور خاندانی روایت کے مطابق مولانا محمد احسن مولوی محمد مظہر سے تین چار سال چھوٹے تھے اس طرح مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء ہوتا ہے۔

مولانا محمد احسن کا سال وفات ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء ہے نانوتہ کے اسی خاندان شیخ زادگان کے ایک ذی علم بزرگ اور شجرۂ شیخ زادگان نانوتہ کے واقف وماہر منشی ظفر احمد [2] وکیل نانوتوی ایک ایسے شخص ہیں ملے جنھوں نے مولانا محمد احسن کو دیکھا تھا ان کے بیان کے مطابق مولانا محمد احسن کی عمر قریب ستر اکہتر سال کے ہوئی اس طرح بھی مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء قرار دیا جا سکتا ہے۔

تعلیم مولانا محمد احسن کے سال پیدائش کے سلسلے میں جس طرح معلومات محدود ہیں اسی طرح تعلیم وتدریس کے باب میں بھی ہماری معلومات

---

[1] ارواح ثلاثہ (ترتیب واصلاح مولانا اشرف علی تھانوی) صفحہ ۳۲۵ (مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۷۰ھ)

[2] منشی ظفر احمد ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء کو نانوتہ میں پیدا ہوئے والد کا نام شیخ مشتاق احمد۔ بچپن میں والد کا انتقال ہوگیا ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں اپنے پھوپھا داؤد احمد مرحوم کی وجہ سے بھوپال پہنچے وکالت کا امتحان پاس کیا نہایت کامیاب وکیل رہے ۱۹۵۰ء میں پاکستان آئے نہایت خلیق اور بامروت تھے۔ قیام پاکستان کے زمانے میں نانوتہ اور شیوخ نانوتہ کے حالات دو رجسٹروں میں تحریر کئے۔ ۶ مئی بروز شنبہ ۱۹۵۷ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

تشنہ ہیں۔

مولانا محمد احسن کے خاندان میں علم و فضل کا چرچا تھا۔ دادا اور والد حافظ قرآن تھے۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ مولانا نے اپنے والد حافظ لطف علی مرحوم سے حفظ قرآن فرمایا۔ مولانا کے والد کے حقیقی چچازاد بھائی "استاذ العلماء مولانا مملوک العلی" اس وقت دار الحکومت دہلی میں مجلس علوم و معارف کے صدر نشین تھے مولانا محمد احسن ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی میں مولانا مملوک العلی کے پاس تحصیل علم کی غرض سے پہنچے مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم سوانح قاسمی جلد اول میں لکھتے ہیں [۱]

"نانوتہ کے لئے تعلیمی راہ کا دروازہ مولانا مملوک العلی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے کھل چکا تھا وہ دہلی میں مقیم تھے اور دہلی کی سب سے بڑی مرکزی درسگاہ دہلی کالج کے استاد تھے نہ صرف نانوتہ بلکہ عثمانی شیوخ کی برادری اطراف و جوانب کے جن قصبات میں پھیلی ہوئی تھی وہاں تک کے بچے مولانا مملوک العلی کے ان خاص حالات سے کافی استفادہ کر رہے تھے"

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم اس کی تشریح حاشیہ میں ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں [۲]

"میرا یہ مطلب ہے کہ نانوتہ میں مظاہر العلوم کے مدرس اول

---

[۱] سوانح قاسمی جلد اول صہ ۲۱۰

[۲] ایضاً صہ ۲۱۰

مولانا محمد مظہر نانوتوی احیاء العلوم وغیرہ جیسی مشہور کتابوں
کے مترجم مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی دیوبند میں مولانا
ذوالفقار علی (حضرت شیخ الہند کے والد ماجد) مولانا فضل الرحمن
(مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد ماجد) اور اسی قسم کے بیسیوں
بزرگ جو ہم پاتے ہیں علم وفضل کے ساتھ مشہور ہیں ان میں
بعض حضرات انگریزی حکومت کی طرف سے محکمہ تعلیمات کے
انسپکٹر بھی تھے۔ مثلاً شیخ الہند کے والد ماجد اور مولانا شبیر احمد
کے والد ماجد دونوں حضرات کا جو حال ہے جہاں تک میرا خیال
ہے اس علاقہ کی اس جدید علمی روشنی میں بہت زیادہ دخل
مولانا مملوک العلی کے وجود باجود کو ہے دلی پہنچنے اور وہاں کی
تعلیمی سہولتوں سے مستفید ہونے کا موقعہ ان بزرگوں کو بظاہر
مولانا مملوک العلی کی وجہ سے میسر آیا۔"

مولانا محمد مظہر نانوتوی اور مولانا محمد احسن دونوں حقیقی بھائی اور مولانا مملوک العلی کے قریبی عزیز تھے ہر دو نے تحصیل علم حضرت مولانا مملوک العلی سے دہلی میں کی مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمن بھی مولانا مملوک العلی کے شاگردوں میں تھے اور ان ہر دو حضرات سے مولانا محمد احسن کے خاص تعلقات تھے بلکہ جب مرض الموت میں مولانا محمد احسن دہلی سے واپس ہوئے تو دیوبند میں مولوی ذوالفقار علی نے ٹھہرایا اور دیوبند ہی میں مولانا محمد احسن کا انتقال ہوا۔ یہ تمام تعلقات اس زمانہ کے تھے جب یہ حضرات مولانا مملوک العلی سے دہلی میں

تحصیل علم کرتے تھے اور زمانہ ملازمت میں یہ تعلقات اور بھی پختہ ہو گئے تھے بعض آثار و قرائن کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مولانا محمد احسن نے دہلی کالج میں بھی تعلیم پائی۔ مولانا محمد احسن کی قلمی بیاض میں ۱۸۵۲ء کی ایک یادداشت میں دہلی کالج کے مشہور استاد "ماسٹر رام چندر دہلوی[1] المتوفی ۱۸۸۰ء" کے تعلقات کا بھی ایک جگہ ذکر ہے ماسٹر رام چندر دہلوی سے تعلقات زمانہ طالب علمی ہی کے ہوں گے۔ مولانا محمد احسن نے دہلی کالج میں انگریزی بھی پڑھی تھی ان کی قلمی بیاض میں خود مولانا محمد احسن کے ہاتھ کی بعض انگریزی تحریریں ہیں۔ مولانا محمد احسن نے سر سید احمد خاں کی فرمائش پر گاڈفری ہگنس کی کتاب کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا دہلی کالج کے ایک استاذ مولوی سبحان بخش شکارپوری کے تلمذ کا بھی ذکر مولانا محمد احسن نے کیا ہے۔ مولانا محمد احسن نے نیچرل فلاسفی پر ایک مضمون لکھا تھا جو مسٹر ٹیلر پرنسپل دلی کالج کی نگرانی میں دو مرتبہ طبع ہوا۔[2]

ہمارا خیال ہے کہ مولانا محمد احسن کے علاوہ ان کے دونوں بھائی مولوی محمد منظر اور مولوی محمد منیر اور دوسرے حضرات مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن

---

[1] ماسٹر رام چندر دہلوی کے حالات کے لئے دیکھئے مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق صفحہ ۱۵۹ - ۱۶۴ (انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۴۵ء)۔

[2] HISTOIRE DE LA LITTERATURE HINDOUE ET HINDOUSTANIE BY M. GARCIN DE TASSY. VOL. I P. 146. (PARIS. 1870)

مولوی محمد یعقوب نانوتویؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی دہلی کالج[1] میں تعلیم حاصل کی ہے یہ تمام حضرات بقول مولانا مناظر احسن گیلانی[2]، مولانا مملوک العلی سے تعلق کی وجہ سے دہلی پہنچے اور تعلیمی سہولتوں سے مستفید ہوئے باستثنا مولانا محمد قاسم نانوتوی دوسرے تمام حضرات نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔

مولانا محمد احسن، مولوی محمد مظہر اور مولوی محمد منیر تو بنارس کالج، آگرہ کالج اور بریلی کالج میں ملازم ہوئے اور مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی، محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر بھی رہے۔

مولانا ذوالفقار علی کے متعلق گارسان دتاسی لکھتا ہے[3]

---

[1] دہلی کالج، دراصل مدرسہ غازی الدین کا نام ہے یہ مدرسہ غازی الدین خاں فیروز جنگ المتوفی ۱۲۱۲ھ (والد نظام الملک آصف جاہ اول) نے اجمیری دروازہ کے پاس قائم کیا تھا مدرسہ کی عمارت کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی تھی اور پاس ہی مقبرہ بنوایا، جہاں وہ خود دفن ہوئے اس مدرسہ کا دوسرا دور ۱۷۹۲ء میں شروع ہوا اور ۱۸۲۵ء میں یہ مدرسہ دہلی کالج میں تبدیل ہو گیا جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے دہلی کی ایک مشہور درسگاہ تھی مولوی عبد الحق صاحب نے "مرحوم دہلی کالج" میں مدرسہ غازی الدین کا بانی فیروز جنگ ثانی خلف نظام الملک آصف جاہ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے ملاحظہ ہو ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابو الحسنات ندوی صفحہ ۲۳ (اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء) مرحوم دہلی کالج از مولوی عبد الحق صفحہ ۳ (دہلی ۱۹۴۵ء)

[2] سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۲۱۰

[3] HISTOIRE DE LA LITTERATURE HINDOUE ET HINDOUSTANIE, VOL. I P. 461.

"وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے، چند سال کے لئے بریلی کالج میں پروفیسر ہوگئے۔ ۱۸۵۷ء میں وہ میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے مسٹر ٹیلر ان سے واقف تھے ان کا بیان ہے کہ ذوالفقار علی ذہین اور طباع ہونے کے علاوہ فارسی اور علوم مغربی سے بھی واقف تھے ان کے کلام سے قطع نظر انہوں نے اردو میں تسہیل الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو بریلی سے ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے اس کو

TATE'S POSTOLOZZIAN ARITHMETIC BY

H. S. RAID.

کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

مولانا مملوک العلی، دہلی کالج کے شعبہ عربی کے صدر مدرس تھے اس لئے نانوتہ اور دیوبند کے حضرات ان کی وجہ سے کالج کے تعلیمی وظائف اور دوسری سہولتوں سے بھی مستفید ہوتے ہوں گے۔ اور دہلی کالج کے فارغ التحصیل ہونے کی وجہ سے سرکاری اداروں میں منسلک ہونے میں بھی ان کو آسانی رہی ہوگی، بلکہ ان حضرات کے سرکاری اداروں میں تقرر کے لئے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کو بھی ایک قسم کی سند خیال کیا گیا ہوگا اور یہ سمجھا گیا ہوگا کہ یہ حضرات دہلی کالج کے ذریعہ طریقۂ تعلیم وغیرہ سے واقف ہو چکے ہیں۔ ورنہ اتنی آسانی سے قدیم طرز کے فارغ التحصیل علماء کو گورنمنٹ، سرکاری اسکولوں، کالجوں اور محکمہ تعلیم کے ذمہ دارانہ عہدوں پر مقرر نہیں کر سکتی تھی۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں۔

"والد مرحوم (مولانا مملوک العلی نانوتوی) نے مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم نانوتوی) کو مدرسہ عربی سرکاری[1] میں داخل کیا اور مدرس ریاضی کو فرمایا کہ ان کے حال سے معترض نہ ہوجیو میں ان کو پڑھاؤں گا اور فرمایا کہ تم اقلیدس خود دیکھ لو اور قواعد حساب کی مشق کرلو۔ چند روز میں چرچا ہوا کہ مولوی صاحب معمولی مقالے دیکھ چکے اور حساب پورا کرلیا از بسکہ یہ واقعہ نہایت تعجب انگیز تھا طلبہ نے پوچھ پاچھ شروع کی یہ کب عاری تھے۔ ہر بات کا جواب باصواب تھا آخر منشی ذکاء اللہ چند سوال نئے کسی ماسٹر کے بھیجے ہوئے لائے وہ نہایت مشکل سوال تھے ان کے حل کرلینے پر مولانا کی نہایت شہرت ہوئی اور حساب میں کچھ ایسا ہی حال تھا۔ جب امتحان سالانہ کے دن ہوئے مولوی صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا۔ سب اہل مدرسہ کو علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کہ اس وقت میں مدرس اول انگریزی تھے نہایت افسوس ہوا۔"[2]

---

[1] دہلی کالج مراد ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس کو عربک کالج تحریر کیا ہے حالانکہ عربک کالج کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا دہلی کا عربک کالج تو ۱۸۹۰ء میں قائم ہوا (ملاحظہ ہو واقعات دار الحکومت دہلی از مولوی بشیر الدین صفحہ ۱۷۵-۱۷۳، ۵ آگرہ ۱۹۱۹ء)

[2] مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس اقتباس کے آخری جملہ کو چھوڑ دیا ہے جو اس باب میں خاص اہمیت کا حامل اور نتیجہ خیز ہے ملاحظہ ہو سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۲۲۴

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے اس واضح بیان کے باوجود مولانا احسن گیلانی نے اس سلسلہ میں عجیب موشگافیاں فرمائی ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ مولانا محمد قاسم نے دہلی کے سرکاری مدرسہ (دہلی کالج) میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ مولانا محمد یعقوب کتنی صراحت سے لکھ رہے ہیں کہ "مدرسہ عربی سرکاری میں داخل کیا" پھر "جب امتحان سالانہ کے دن ہوئے مولوی صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا۔ سب اہل مدرسہ کو علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کہ اس وقت میں مدرس اول انگریزی تھے نہایت افسوس ہوا۔" اگر مولانا محمد قاسم، دہلی کالج کے طالب علم نہ تھے تو اہل مدرسہ اور علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کیوں افسوس ہوتا۔

ع ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

مولانا مناظر احسن گیلانی نے مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کے اس بیان پر کہ

"مولانا نانوتوی دہلی میں مولانا مملوک العلی صاحب سے
جب تعلیم پاتے تھے تو وہاں کے کالج میں نام مولانا کا داخل تھا"[۱]

کو بلا وجہ نشانہ تنقید بنایا ہے ورنہ مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم نے بھی مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی بات کو دہرایا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دہلی کالج سے اس تعلق سے انکار کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی نے دہلی کالج کی سند فضیلت کو کوئی اہمیت نہ دی اور امتحان سے پہلے ہی مدرسہ

---

[۱] ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۵۴

چھوڑ دیا، یہ بات ان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔

قصص الاکابر کے جامع نے مولانا اشرف علی تھانوی کی طرف یہ بیان منسوب کیا ہے کہ مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔

"مولانا مملوک العلی صاحب جو کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد اور مولانا رشید احمد و مولانا محمد قاسم صاحب کے استاد ہیں، دہلی میں دار البقاء سرکاری مدرسہ تھا اس میں ملازم تھے،

الہادی ماہ شعبان ۱۳۵۶ھ (صہ ۳۲) [1]

اس بیان پر بھی مولانا مناظر احسن گیلانی نے بلا وجہ لے دے کی ہے اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کے بیان کو ملا کر ایک غلط نتیجہ اخذ کیا ہے بات صرف اتنی ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کو سرکاری مدرسہ کے نام میں تسامح ہوا۔ دار البقاء سرکاری مدرسہ کا نام نہ تھا بلکہ یہ عہد شاہجہانی کا ایک دار العلوم تھا جس کو مفتی صدر الدین خاں آزردہ نے اپنے زمانے میں دوبارہ زندہ کیا تھا۔ اور وہ اس مدرسہ کے طلبا کے کفیل ہوتے تھے اور ان کو درس دیتے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ [2]

---

[1] بحوالہ سوانح قاسمی جلد اول صہ ۲۲۳

[2] واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم صہ ۱۱۳ و ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں صہ ۲۳

[3] سوانح قاسمی جلد اول ۲۲۳۴

"بہر حال دار البقاء سے تو حضرت نانوتوی (مولانا محمد قاسم) کو
کسی قسم کا تعلق نہ تھا، اتنی بات تو قطعی ہے۔"

ہمارے خیال میں مولانا گیلانی کا یہ بیان بھی پورے طور سے صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ مولانا گیلانی نے خود یہ بات مختلف آثار و قرائن کی روشنی میں ثابت کی ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے ساتھ، مفتی صدر الدین آزردہ سے استفادہ علمی فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ امکان بھی ہے کہ یہ استفادہ مفتی صدرالدین سے مدرسہ دار البقاء کے علاوہ دوسرے اوقات میں کیا ہو لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مدرسہ دار البقاء میں استفادہ کیا ہو چنانچہ جب مولانا محمد یعقوب نانوتوی دہلی چھوڑ کر سرکاری ملازمت پر اجمیر چلے گئے تو مولانا محمد قاسم مدرسہ دار البقاء میں کچھ دنوں رہے۔ ذکر تھا مولانا محمد احسن نانوتوی کی تعلیم اور دہلی کالج کے طالب علم ہونے کا مگر بات ذرا طویل ہو گئی بہر حال مولانا محمد احسن نانوتوی نے مولانا مملوک العلی اور مولوی سبحان بخشؒ کے علاوہ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے بھی تعلیم حاصل کی حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلی میں حدیث کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دے رہے تھے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری دہلی میں سکونت پذیر تھے قبل انقلاب ۱۸۵۷ء دہلی میں آپ کا مشہور مطبع احمدی تھا۔

حصن حصین کا اردو ترجمہ مولوی نواب قطب الدین دہلوی (المتوفی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء) نے ظفر جلیل کے نام سے ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں کیا تھا اسی ترجمہ کو ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مولانا محمد احسن

نانوتوی نے مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کی درخواست پر درست کیا اس کے شروع میں مولانا محمد احسن لکھتے ہیں [1]

"میری اس تصیح اور ترمیم کو لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے مترجم کو اصلاح دی ہے تو چھوٹا منہ اور بڑی بات کے قبیل سے ہے بلکہ یوں تصور کرنا چاہیئے کہ "پدر نتواند پسر تمام کند" کیونکہ جس خاندان سے مترجم کو فیض ہوا اسی خاندان کا یہ فقیر بھی زلہ ربا ہے میری سند اس کتاب کی یہ ہے کہ مجھ کو اس کی اجازت تین شخصوں سے حاصل ہوئی اول مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری دوم مرشدی شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سوم مولوی سبحان بخش شکارپوری۔ اور ان تینوں حضرات کو اجازت یگانہ آفاق مولانا محمد اسحاق دہلوی سے ہے۔"

مولوی محمد حسین مراد آبادی مولف انوار العارفین مولانا محمد احسن کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں [2]

"مولوی محمد احسن حافظ قرآن واعظ خوش بیان عالم فروع واصول و دانندہ باریکی و دلائل معقول و مدرس علم معانی و کلام و درس کنندہ بفصاحت و بلاغت

---

[1] خیر متین ترجمہ حصن حصین ترجمہ مولانا محمد احسن مقدمہ (دہلی ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء)

[2] انوار العارفین از محمد حسین مراد آبادی ص ۷-۵۰۶ (بریلی ۱۲۹۰ھ)

تمام مفسر کلام اللہ و محدث حدیث رسول و جامع جمیع علوم مترجم
احیاء العلوم و متصف باخلاق حسن ہستند" [1]

آگے چل کر مؤلف انوار العارفین پھر لکھتے ہیں [2]

"تحصیل علوم ظاہر در شاہجہاں آباد حاصل کردہ بودند"

یہ وہ زمانہ تھا کہ قلعہ دہلی آباد تھا آخری مغل بادشاہ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ زینت دہ تخت و تاج تھے۔ ہر فن کے علماء و فضلاء، ادباء و شعراء دہلی میں موجود تھے غرض مسلم ثقافت و شائستگی کی شمع سنبھالا لے رہی تھی، مولانا محمد احسن نے اسی دہلی میں تکمیل و تحصیل علم کی۔

مولانا محمد احسن کے تعلیمی حالات کی صرف اس قدر نشان دہی ہو سکی خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن نانوتہ میں کیا پھر حضرت مولانا مملوک العلی کے پاس دہلی پہنچے اور دہلی کالج میں پڑھا اس وقت کے ممتاز علماء مولانا مملوک العلی نانوتوی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، شاہ عبدالغنی مجددی اور مولوی سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے تحصیل علم کیا یہ تمام حضرات حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے فیض یافتہ تھے اور ان حضرات کا مسلک بھی وہی تھا۔ مولانا محمد احسن کو بھی

---

[1] مولانا محمد احسن کا جو ترجمہ مولوی محمد حسین مرادآبادی نے انوار العارفین میں درج کیا ہے اسی کا خلاصہ آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ نے کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ موسوم بہ تحفۃ الابراریہ (جلد پنجم صفحہ ۱۶ دہلی ۱۳۲۳ھ) میں درج کرتا ہے۔

[2] انوار العارفین صفحہ ۵۰۷

اسی خاندان سے علمی فیض حاصل ہوا مولانا محمد احسن کے یہ الفاظ کس کسی قدر تاکیدی ہیں[1]

"جس خاندان سے مترجم کو فیض ہوا اسی خاندان کا یہ فقیر بھی زلہ ربا ہے"!

علم حدیث کی تکمیل و تحقیق حضرت شاہ عبد الغنی مجددی (المتوفی ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء) سے کی شاہ عبد الغنی مجددی شاہ محمد اسحاق دہلوی[2] کے شاگرد تھے نہایت متقی و پرہیزگار بزرگ و عالم تھے نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ اور خانقاہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے مسند نشین تھے شاہ صاحب ہی سے مولانا محمد احسن بیعت ہوئے۔

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری بھی حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے علم حدیث کی انہوں نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں ان کے مطبع احمدی سے حدیث کی مشہور کتابیں جامع ترمذی ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۸ء میں اور صحیح بخاری ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۰ء میں شائع و طبع ہوئیں۔ ان کے علاوہ دیگر مطبوعات اسلامی بھی اسی مطبع سے شائع ہوئیں مولانا محمد احسن نے دوران ملازمت تجارت کتب کا بھی سلسلہ قائم رکھا تھا مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے مطبع احمدی کی مطبوعات خاص طور سے منگا کر فروخت کرتے تھے۔ مولانا محمد احسن کے تعلقات مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے ساتھ ان کے انتقال (۱۲۹۷ھ ۱۸۷۹ء) تک رہے۔ مولانا محمد احسن کبھی کبھی مولانا احمد علی محدث

---

[1] خیر متین ترجمہ حصن حصین "مقدمہ کتاب"

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے حیات شبلی از مولانا سلیمان ندوی ص ۵-۷، (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء)

سہارنپوری سے قرض بھی لے لیتے تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری فرمائش کرکے اکثر اشیاء بریلی سے مولانا محمد احسن کے ذریعہ منگواتے تھے ان روابط و تعلقات کا اندازہ قلمی بیاض سے ہوتا ہے۔

مولوی سبحان بخش شکارپوری کی کتاب "محاورات ہند" مشہور ہے اور متعدد بار چھپ چکی ہے مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے دہلی کالج کے لائق اور کارگزار مدرس تھے۔ ابن خلکان اور تزک تیموری کا اردو ترجمہ کیا اس کے علاوہ تذکرہ مفسرین اور تذکرہ حکماء بھی لکھا[1] مولانا محمد احسن سے اکثر کتابیں منگواتے مولانا محمد احسن اور مولوی سبحان بخش آپس میں ایک دوسرے سے قرض بھی لیتے دیتے تھے۔

مولانا مملوک العلی سے مولانا محمد احسن کے خاندان، ربط نسب اور استادی و شاگردی کے تعلقات تھے مولانا محمد احسن کو بعد فراغ علم زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء کو حضرت مولانا مملوک العلی کا دہلی میں انتقال ہو گیا مولانا محمد احسن صاحب کی قلمی بیاض میں مولانا مملوک العلی کے متعلق دو تین جگہ "جناب اعلیٰ حضرت مولانا صاحب" اور "حضرت مولانا صاحب مرحوم" جیسے تعظیمی الفاظ نظر سے گزرے مولانا مملوک العلی کے انتقال کے بعد بعض معاملات و حسابات مولانا محمد احسن نے نبٹائے۔[2]

مولانا محمد احسن کی کوئی سند علیحدہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکی مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی سند "حیات شبلی[3]" میں اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی اسانید

---

[1] مرحوم دہلی کالج صـ ۵۳!

[2] مولانا مملوک العلی نانوتوی کے حالات ضمیمہ میں شامل کر دیے گئے ہیں

[3] حیات شبلی صـ ۸۵-۸۶

"الیانع الجنی"[1] میں شامل ہیں یہی اسانید مولانا محمد احسن کی بھی ہو ئیں لیکن ہم ان کو یہاں درج کرکے مضمون کو طوالت نہیں دیں گے حصن حصین کی جو سند خود مولانا محمد احسن نے نقل کی ہے اس کو نقل کیا جاتا ہے[2]

"(مولانا) محمد احسن نانوتوی کو مولانا احمد علی سہارنپوری، شاہ عبدالغنی مجددی اور مولوی سبحان بخش شکارپوری سے حصن حصین کی سند ملی اور ان حضرات کو شاہ محمد اسحاق سے اور ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے اور ان کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے اور ان کو شیخ ابوطاہر مدنی سے اور ان کو شیخ ابراہیم کردی سے اور ان کو شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ احمد بن قدوس شناوی سے ان کو شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور ان کو شیخ زین الدین زکریا انصاری سے اور ان کو حافظ وقت تقی الدین محمد بن محمد بن فہد ہاشمی مکی سے اور ان کو مولف کتاب ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد جزری شافعی سے"

مولانا محمد احسن نانوتوی نے شاہ عبدالغنی دہلوی کی ایک سند شیخ محمد عابد سندھی کے ذریعہ سے بھی اپنی قلمی بیاض میں نقل کی ہے جس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

عن الشیخ المقدس القطب الربانی المولانا عبدالغنی عن الشیخ محمد عابد السندی عن امام المحدثین وخاتم المجتہدین الشیخ صالح بن محمد العمری المتوفی الشہیر

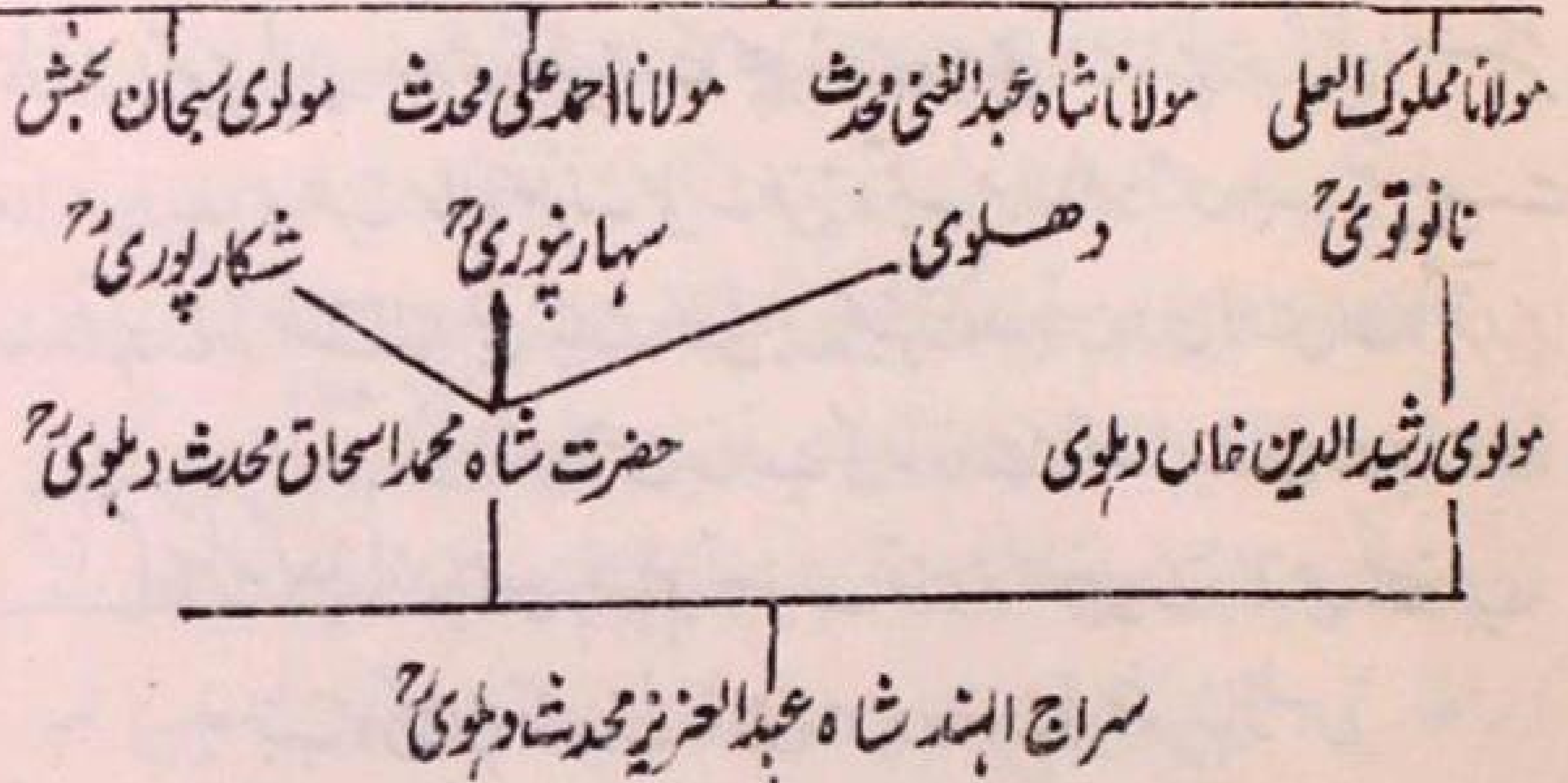
---

[1] الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی از محمد محسن مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء

[2] خیر متین ترجمہ حصن حصین " مقدمہ کتاب "

بالفلانی شیخہ العمر المحقق محمد بن محمد بن سنتہ العمری الفلانی عن المولی الشریف محمد بن عبداللہ الولاتی المکنی بابی عبداللہ عن الشیخ محمد بن محمد بن خلیل عرف بابن ارکماش الحنفی عن الحافظ ابن حجر العسقلانی مؤلف فتح الباری شرح البخاری وغیرہ

آخر میں مولانا محمد احسن کے ہر چہار اساتذہ کرام کا سلسلہ درج کیا جاتا ہے کہ کس طرح امام الہند حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پر منتہی ہوتا ہے۔



سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

سلسلۂ ملازمت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور میں محکمۂ تعلیم کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی کمپنی نے اس طرف توجہ دینے کی کوئی ضرورت محسوس کی لیکن آخری زمانہ میں ہندوستانیوں کی تعلیم کا خیال ضرور پیدا ہوا اور مشرقی علوم کی اعانت وحمایت کی گئی۔ دہلی، بنارس اور کلکتہ کے کالج اسی دور کی یادگار ہیں ان درسگاہوں

سے خاطر خواہ فائدہ ہوا ان تمام اداروں کی تعلیمی کوششوں اور ان کے نتائج کا تفصیلی جائزہ لینا ہمارا مقصود نہیں ہے دہلی کالج کے مفید اثرات ملک میں ضرور پھیل رہے تھے اس کی دو شاخیں بریلی اور میرٹھ میں قائم کی گئیں[1] دیسی تعلیم کی اشاعت اور ترقی میں دہلی کالج کے تعلیم یافتہ حضرات کا خاص ہاتھ رہا ہے دہلی کالج کے فاضل مدرس مولانا مملوک العلی کے وطن و برادری کے جن حضرات نے مولانا کی سرپرستی میں تعلیم پائی وہ حضرات بھی تعلیمی نظام میں منسلک نظر آتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے پھر بنارس، بریلی اور سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے اسی طرح مولانا مملوک العلی کے عزیز و تلمیذ مولانا محمد احسن جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں بنارس کالج میں بحیثیت مدرس اول فارسی ان کا تقرر ہوا

قیام بنارس

مولانا محمد احسن صاحب کی ملازمت کا آغاز بنارس سے ہوا۔ مولانا محمد احسن اپنی پہلی تصنیف تحفۃ المحسنین کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

> "جب کارکنانِ تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنارس میں لکھ دی تو عہدۂ اولیٰ مدرسی کے مدرسہ بنارس پر مامور اور چندے یہاں رہ کر باشندوں سے یہاں کے واقفیت حاصل کی تو بعد دو سال کے ایک شفیق نے مجھ سے کہا کہ اگر بیان ان عورتوں کا جن سے مرد کا نکاح کرنا حرام ہے اردو میں ہو جائے تو نہایت مفید

---

[1] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱

ہوئے اول تو میں نے بسبب قلت بضاعت اور عدم فرصت کے
اس امر سے اعراض کیا مگر جبکہ ان کا اصرار زیادہ ہوا تو میں نے بھی
خیال کیا کہ کوئی رسالہ اردو میں اس باب میں تالیف نہیں ہوا تو اس
امر خیر کے انجام دینے کو تیار ہوا اور خدا کے فضل سے یہ رسالہ
۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں مابین عیدین کے زیور اتمام سے آراستہ ہوا۔“

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد احسن صاحب کا تقرر ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء سے دو سال قبل یعنی ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں بنارس کالج میں بحیثیت مدرس اول ہوا اور یہ الفاظ کہ

”جب کارکنانِ تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنارس
میں لکھ دی“

سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بنارس ہی سے مولانا محمد احسن صاحب کی ملازمت کا آغاز ہوا ورنہ یہ الفاظ نہ ہوتے تبادلہ وغیرہ کا ذکر ہوتا۔ بنارس کے قیام کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ مولانا محمد احسن نے بنارس کے قیام میں اپنے احباب کا ایک حلقہ قائم کر لیا تھا۔ ایک شفیق کی درخواست پر مولانا محمد احسن نے رسالہ ”تحفۃ المحصنین“ لکھا۔ مولانا سے بحیثیت ایک عالم دین لوگ فتاوے اور مذہبی مسائل پوچھتے تھے آپ کے کئی فتوے تحفۃ المحصنین میں شامل ہیں۔

- بنارس میں مولانا ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں پہنچے اور جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں مولانا محمد احسن کا تعلق بنارس سے یقیناً ختم ہو چکا تھا کیونکہ یہی زمانہ بریلی میں آنے کا ہے۔

مولانا محمد احسن کے اس چار یا پانچ سالہ قیام بنارس میں بنارس کالج کے طلباء نے

تعلیمی فائدے حاصل کئے مسلمانان بنارس نے مولانا سے مذہبی و دینی خدمات لیں لیکن اس کے سوا ایک اور اہم کارنامہ مولانا محمد احسن صاحب نے انجام دیا۔ جس کا ذکر خاص طور سے ضروری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے برصغیر پاک و ہند میں تجدید و احیاء دین اور کتاب و سنت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ دینی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اس سلسلہ میں اس خاندان کے کارنامے بڑے روشن اور تابناک ہیں برصغیر میں یہاں کے غیر اسلامی معاشرہ کے اثر سے نکاح بیوگان کو معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی مساعی جمیلہ سے نکاح بیوگان کا خوب شیوع ہوا خاندان شاہ ولی اللہی کے مستفیدین و فیض یافتگان نے خاص طور سے اپنے اپنے حلقوں میں نکاحِ بیوگان کو رواج دیا مولانا مملوک العلی نانوتویؒ نے باوجود خاندان کی مخالفت کے احیاء سنت کے خیال سے پہلا نکاح قصبہ منگلور (ضلع سہارنپور) کے کاظمی سادات کے ممتاز و محترم رکن قاضی سید فدا حسین کی بیٹی "اصالت النساء" سے کیا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے اس نکاح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے [1]

"والد مرحوم نے اس (نکاح بیوگان) کو نہایت خوبصورتی سے اجراء فرمایا۔"

ہونے کو تو یہ نکاح ہو گیا مگر بقول شخصے منگلور کے سادات کاظمیہ کی ناک کٹ گئی اور آئندہ نانوتہ اور منگلور سے رشتہ داری کے تعلقات ہمیشہ کے لئے

---

[1] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی صفحہ ۱۲

منقطع ہو گئے۔

مولانا محمد احسن صاحب بنارس میں مقیم تھے کہ ان کے حلقۂ احباب میں سے ایک شخص مسمی "غلام محمد" کا انتقال ہوا۔ انہوں نے ایک جوان بیوہ، ایک لڑکی زینب اور ایک شیر خوار بچہ اپنی یادگار چھوڑے یہ نیک اور پاکباز بیوہ خاتون برادری اور خاندان کے جھوٹے رسم و رواج کے مطابق نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی حالانکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے صریح اجازت تھی اس بیوہ خاتون کا مولانا محمد احسن صاحب کے یہاں آمد و رفت کا سلسلہ تھا لیکن مولانا محمد احسن جیسے عالم دین، تلمیذ مولانا مملوک العلی اور فیض یافتہ خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ آمد و رفت کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اس میں ہزار دینی و دنیوی مفاسد و خطرات پوشیدہ تھے مولانا محمد احسن صاحب نے ان ارکان ثلاثہ" کی دستگیری کی اور شریعت کے حکم کے مطابق "بیوہ غلام محمد بنارسی" کے ساتھ نکاح کر لیا اور شرعی طور سے ان کے کفیل و سرپرست بن گئے۔

اس بچے کا نام مولانا محمد احسن صاحب نے "عبد الاحد" رکھا یہ کون عبد الاحد ہیں، یہی مطبع مجتبائی دہلی کے مالک مولوی عبد الاحد ہیں جو بڑی حیثیت اور شہرت کے مالک ہوئے۔

"مولانا مولوی حافظ خان بہادر عبد الاحد مالک مطبع مجتبائی،

آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم دہلی"

بریلی کالج سے تعلق

شمالی ہند میں دوآبہ کا میدان تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے ہندو دور کے عہد قدیم میں بھی اور مسلمانوں کے زمانۂ اقتدار میں بھی، مسلمانوں کے زمانہ میں بقول علامہ سلیمان ندوی مرحوم دہلی کے

بعد علم کا موکب بدایوں آکر رہا[1] اور سرزمین بدایوں علم وفضل کے اعتبار سے ممتاز رہی۔ روہیلوں کے عہد میں روہیل کھنڈ کا علاقہ علماء وصلحاء کی سکونت سے معمور ہو گیا[2] چھوٹے چھوٹے قصبے اور قریے گہوارۂ علم بن گئے۔ روہیلوں کے مستقر آنولہ کی خاص طور سے ترقی ہوئی بریلی کو "رشکِ دہلی" کا مقام ملا[4]۔ رام پور نے "بخارائے ہند" کا درجہ پایا[5] پیلی بھیت "حافظ آباد" کے نام سے مشہور رہا اور اسے خاصی ترقی ہوئی[6]

۱۷۷۴ء میں روہیلوں کے استیصال کے بعد نواب وزیر اودھ کے عہد میں یہ گنجان اور زرخیز علاقہ بری طرح تاخت وتاراج اور ویران کیا گیا۔ مساجد معابد خانقاہیں اور مدرسے مسمار کئے گئے شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی[7]

نومبر ۱۸۰۱ء میں روہیل کھنڈ کا علاقہ انگریزوں کی حکومت میں آیا آہستہ آہستہ نظم ونسق قائم ہوا۔ تعلیم کی طرف بھی توجہ دی گئی ۱۸۳۷ء میں بریلی میں اسکول کا قیام

---

[1] حیات شبلی از علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم صفحہ ۷

[2] اخبار الصنادید جلد اول از حکیم نجم الغنی رام پوری صفحہ ۲-۱۹۱ (لکھنؤ ۱۹۱۸ء) وسفر نامہ مخلص مرتبہ ڈاکٹر اظہر علی صفحہ ۸۲ (رام پور ۱۹۴۷ء)

[3] اخبار الصنادید جلد اول صفحہ ۱۹۳

[4] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابوالحسنات ندوی صفحہ ۴۴

[5] اخبار الصنادید جلد دوم از حکیم نجم الغنی رام پوری صفحہ ۵۹۷

[6] حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۳۳ کراچی ۱۹۶۳ء

[7] اخبار الصنادید جلد اول صفحہ ۵۳۵ وتاریخ اودھ جلد دوم از حکیم نجم الغنی رام پوری صفحہ ۲۷۰ (لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

ہوا ۱۸۴۱ء میں اسکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہوگئی جو ۱۸۴۳ء میں اتمام کو پہنچی اس وقت کلارک کلکٹر بریلی تھے ان کی کوششوں کو بھی بریلی کی تعلیمی ترقی میں بڑا دخل تھا بریلی کے اس اسکول کو خوب ترقی ہوئی نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی مولف تاریخ روہیلکھنڈ لکھتے ہیں[1]

"(بریلی اسکول) ۱۸۴۶ء میں زیادہ ترقی ہوئی"

اس کی وضاحت منشی گلزاری لال اس طرح کرتے ہیں[2]

"اسکول گھر یہاں (بریلی) کا مثل اسکول آگرہ اور دہلی نہایت مشہور اور نامی ہے"

بریلی کی یہ درس گاہ اور میرٹھ اسکول دہلی کالج کی شاخ قرار پائے ۱۸۴۸ء تک بریلی اسکول میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ اسکول کالج بنا دیا گیا۔ مولانا محمد احسن صاحب فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور مولانا بنارس سے جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہوکر بریلی پہنچے

قیام بریلی

مولانا محمد احسن بریلی کالج میں شعبۂ فارسی کے صدر مقرر ہوئے جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں شعبوں کی صدارت ان ہی کو تفویض ہوگئی جیسا کہ احسن القواعد کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے صوبہ شمالی و مغربی کے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن (ناظم تعلیمات) نے نصاب کی اکثر کتابیں مولانا محمد احسن سے لکھوائیں جن میں

---

[1] تاریخ روہیلکھنڈ از نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی صہ ۵۹ مطبوعہ مطبع روہیلکھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی (۱۸۶۶ء)

[2] تواریخ ضلع بریلی از منشی گلزاری لال (قلمی، مخزونہ، نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی)

رسالہ عروض، قواعد اردو حصہ چہارم مشہور ہیں زاد المخدرات تعلیم نسواں کے بیان حقوق میں لکھی گئی۔ مولانا کالج کے طلبا کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے مولانا کی قلمی بیاض میں چند تلامذہ نجف علی، فضل رسول، کرامت حسین، کالی چرن، چھوٹے لال، سوہن لال، بھوانی پرشاد، اجودھیا پرشاد، کشن پرشاد، بختاور سنگھ، کیدارناتھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

مولوی نجف علی ساکن مراد آباد متوطن بریلی مولانا محمد احسن کے خاص شاگرد تھے جنہوں نے فارسی زبان کی مشہور قواعد "احسن القواعد" تالیف کی اور اپنے استاد مولانا محمد احسن کے نام پر اس کا نام رکھا۔

یہ بریلی کالج میں ملازم بھی رہے۔ جب سر سید احمد خاں نے علی گڑھ کالج قائم کیا تو وہ ان کو علی گڑھ لے گئے۔[1]

مولوی فضل رسول (کمبوہ) بریلی کے رہنے والے تھے انہوں نے مولانا محمد احسن کو ان کی کتاب "حمایت الاسلام" کی تیاری میں مدد دی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں میں ہیڈ ماسٹر رہے۔

(رائے) بختاور سنگھ گورکھپور کے سب جج رہے انہوں نے ۱۸۶۸ء میں تاریخ بدایوں لکھی جو روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی کے مطبع میں طبع ہوئی۔

مولانا محمد احسن کے ایک ممتاز شاگرد مولوی قاسم علی خواہاں (المتوفی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) تھے۔ خواہاں کے قطعات تاریخ مولانا محمد احسن کے مطبع صدیقی بریلی کی اکثر مطبوعات پر نظر سے گذرے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں استاد فارسی رہے۔

---

[1] بروایت مولوی حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی، شروانی صاحب خود بھی مولوی نجف علی مرحوم کے شاگرد ہیں۔

بریلی کے مشہور قومی کارکن مولوی سید عبدالودود درد کے والد حافظ غلام جیلانی سہسوانی (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) نے بھی مولانا محمد احسن سے علوم دین کی تحصیل کی۔

اس زمانہ میں بریلی میں بیرونی علمار کا خاص اجتماع تھا مولانا مملوک العلی کے تلامذہ میں اور مولانا محمد احسن کے احباب و ہم وطن حضرات میں کئی اشخاص بریلی میں مقیم تھے۔ خود مولانا محمد احسن کے چھوٹے بھائی مولوی منیر بھی بریلی کالج میں بصیغہ تدریس ملازم تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی[1] بریلی کالج میں پروفیسر تھے مولانا ذوالفقار علی کا بریلی میں کئی سال قیام رہا یہ فخر سرزمین بریلی (روہیل کھنڈ) کو حاصل ہے کہ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن بریلی میں پیدا ہوئے۔

بلادٌ بها حَلَّ الشبابُ تمائمی (وہ ایسا ملک ہے جس میں زمانے نے میرے تمائم (حصہ جسم) کو اتارا)

واول ارض مسّ جلدی ترابها (اور وہ پہلی سرزمین ہے کہ جسکی خاک کو میری جلد نے مس کیا)

---

[1] مولانا ذوالفقار علی ولد شیخ فتح علی دیوبند (ضلع سہارنپور) وطن ہے مولانا مملوک العلی نانوتوی سے دہلی کالج میں بھی پڑھے بریلی کالج میں پروفیسر اور شعبہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ دار العلوم دیوبند کے قیام میں مولانا کی کوششیں شامل تھیں قریب ۴۰ سال مجلس شوریٰ کے رکن رہے پنشن پانے کے بعد دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ رہے عربی زبان پر بڑی دسترس تھی دیوان حماسہ کی شرح تسہیل الدراسۃ، دیوان متنبی کی شرح تسہیل البیان، قصیدہ بردہ کی شرح عطر الوردہ، قصیدہ بانت سعاد کی شرح الارشاد اور قصائد سبعہ معلقات کی شرح التعلیقات علی السبع المعلقات تحریر فرمائیں فن معانی و بیان میں تذکرۃ البلاغت اور ریاضی میں تسہیل الحساب بھی یادگار ہیں ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں بعمر ۸۵ سال انتقال ہوا۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے مولانا محمد احسن کی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان سنہ ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی بریلی میں تھے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی بھی سنہ ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء میں بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ جب مولانا محمد احسن نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں بریلی کو چھوڑا تو بعض معاملات و انتظامات ضروری مولانا فضل الرحمٰن ہی کے سپرد کئے تھے جیسا کہ تحریر ذیل سے ظاہر ہے۔

"آنچہ عقب من ضرورت بجانہ ام شود جناب ادا سازند بر پرچہ کاغذ یادداشت ارقام می کردہ باشند و نمودہ احقر نزد خزانچی جمع دارند واز او گرفتہ نزد خود جمع می کردہ باشند کہ در جمعیت نزد خزانچی احتمال است و نیز مافیہ در قرضہ شیخ محمد نسیم ہم بعد وصولی تنخواہ ادا باید فرمود و اگر ڈاک سہارنپور جاری باشد از مولوی محمد حسین در یافتہ خط بنام مولوی احمد علی نویسند"

پھر مزید تحریر ہے

"مولوی فضل الرحمٰن صاحب ان روپیوں کو وصول کریں گے۔"

مولوی سید احمد بابت قیمت مسلم	مفتی عنایت احمد بابت مسلم
۵؎	۵؎
۸؍	۸؍

مولوی عزیز الدین بابت کلام مجید	مولوی شمس الدین	تقی حسین	علی احمد
۸؎؍	۱۰؍	۱۵؍	۱۵؍ آ

اسی سلسلہ میں یہ بھی تحریر ہے

"ایں روپیہ بارا در آخر ماہ شوال وعدہ کردہ اند اگر بہ ہند دراں ایہال دہ، دوازدہ روز فبہا والا معرفت عبدالرشید پیام فرستادہ دہند کہ چوں فلانکس درا ینجا نیست و مارا اختیار ایہال نداده است بزودی مبالغ مرحمت فرمائید"

"نیز یک مسلم بیش یاد علی دفتری کلاں برلئے جلد است از و تقاضہ کردہ گرفتہ آید و نزد قادر بخش دفتری لنگ جلد ابوداؤد است اگر بدہد بگیرند والا بتقاضا و قادر بخش و یاد علی را دو دو روپیہ بدہند بعد آمدن خود خواہم فہمید، واگر کسے حساب کرایہ مکان بہ رسد حوالہ محمد نسیم صاحب سوداگر کنند و از ایشاں خواہم گفت و اگر خرچ بخانہ مطلوب شود از الہ یار خاں صاحب یا از خزانچی گرفتہ عنایت فرمائید و از خزانچی بگوئید کہ تا فیصلہ دہلی منشی ھنڈوی آنجا در کار نیست لہذا ۱۸ عـــہ کہ نقد جمع کردہ بودم واپس فرمائید کہ بضرورات صرف شوند" [1]

مولانا فضل الرحمٰن [2] کے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن بریلی میں پیدا ہوئے مولانا محمد احسن

---

[1] یہ تحریریں مولانا محمد احسن صاحب کی قلمی بیاض سے مقتبس ہیں

[2] مولانا فضل الرحمٰن ولد شیخ مراد بخش، دیوبند وطن، تحصیل علم دہلی مولانا مملوک العلی سے کی ڈپٹی انسپکٹر مدارس بریلی، دہلی بھیت اور سہارنپور وغیرہ میں رہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم دار العلوم دیوبند۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کو مولانا حبیب الرحمن سے بڑی محبت تھی۔ مولانا احسن نے اپنی قلمی بیاض میں حبیب الرحمن کا اکثر جگہ بڑی محبت سے ذکر کیا ہے[۱]۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے لئے بعض نسخے تحریر ہیں مولانا حبیب الرحمٰن دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن کے بڑے بھائی دارالعلوم دیوبند کے مشہور مفتی مولانا عزیز الرحمٰن کا ابتدائی زمانہ بھی بریلی میں گزرا ہے، مفتی صاحب کا انتقال ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں ہوا۔

ان حضرات کے علاوہ اس وقت بریلی میں مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر امین (المتوفی ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۳ء) مولانا لطف اللہ علی گڑھی رشتہ دار صدر امین (المتوفی ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء) مولوی رضی الدین کاکوروی صدر الصدور (المتوفی ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء) مولوی امیر حسن سہسوانی (المتوفی ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء) اور شمس العلماء مولانا امیر احمد سہسوانی (المتوفی ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء) جیسے ممتاز علماء موجود تھے مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولوی امیر حسن سہسوانی اور شمس العلماء مولانا امیر احمد سہسوانی سے مولانا محمد احسن صاحب کے خاص تعلقات تھے مفتی عنایت احمد صاحب کی بابت قلمی بیاض میں تحریر ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷) مفتی عزیز الرحمٰن، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مولوی یعقوب الرحمٰن اور مولوی مطلوب الرحمٰن ان کے تمام فرزند علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن دارالعلوم دیوبند کے قیام میں شروع سے شریک رہے ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں انتقال ہوا۔ مفتی عزیز الرحمٰن کے نامور فرزند مفتی عتیق الرحمٰن ہیں جو ندوۃ المصنفین دہلی کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، مولوی مطلوب الرحمٰن کے فرزند مولوی محمد عامر عثمانی مدیر تجلی (دیوبند) ہیں۔

[۱] مولانا محمد احسن صاحب نے مولانا حبیب الرحمٰن کے عقیقہ کا ذکر خاص طور سے اپنی بیاض میں کیا ہے خود بھی للعہ اس تقریب میں خرچ کئے۔

"سے ۹ معرفت عبدالصمد خاں در بریلی از مفتی عنایت احمد وصول شدند"

یہ تحریر ۱۳ ربیع الاول ۱۲۷۳ھ کی ہے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مسلمانان برصغیر پاک و ہند کی وہ منظم اور ہمہ گیر تحریک تھی کہ جس کے ذریعہ انہوں نے غیر ملکی اقتدار سے ملک و قوم کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کی روہیل کھنڈ کا صدر مقام بریلی روہیلوں کا دارالحکومت رہ چکا تھا۔ لہذا یہ مقام جلد ہی تحریک آزادی کا خاص مرکز بن گیا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل روہیل کھنڈ پیش پیش رہے۔ اور انہوں نے بڑی جاں بازی، شجاعت اور ضبط و نظم کا ثبوت دیا بلکہ

"جن ضلعوں میں بغاوت ہوئی وہ روہیل کھنڈ کی بغاوت کے آگے خفیف تھے"[1]

انقلاب ۱۸۵۷ء کی تحریک شروع ہوتے ہی انگریز دل کے خلاف بریلی میں شورش شروع ہو گئی۔ مگر انگریزی حکام مطمئن تھے البتہ جب ملحقہ اضلاع سے انگریزی حکومت ختم ہونے کی خبریں آنے لگیں تو بریلی کے انگریز حکام خاص طور سے خوف زدہ ہوئے مگر وہ لوگ جب ظاہری حالات کا جائزہ لیتے تھے تو کوئی بے اطمینانی کی بات فوج یا پبلک میں معلوم نہ ہوتی تھی، تحریک کے خاص ارکان خاں بہادر خاں، بخت خاں، محمد شفیع رسالدار اور مفتی عنایت احمد وغیرہ اپنا کام بڑے ضبط و نظم سے کر رہے تھے۔

روہیل کھنڈ کے سابق حکمراں حافظ رحمت خاں کے خاندان میں خان بہادر خاں

---

[1] تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ از مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۸۲۰ (دہلی ۱۹۰۴ء)

نمایاں حیثیت کے مالک تھے وہ انگریزی حکومت میں صدر امین رہ چکے تھے اور حکومت کے پنشن یافتہ تھے الگزینڈر، کمشنر روہیل کھنڈ نے خان بہادر خاں کو اپنا معتمد علیہ سمجھا اور خیال کیا کہ خان بہادر خاں میرے دل سے خیر خواہ ہیں اور نواب خان بہادر خاں نے بھی کمشنر کے اعتماد کو آخر وقت تک برقرار رکھا[1]

مئی ۱۸۵۷ء کے دوسرے ہفتہ میں جب دیگر مقامات کی وحشت ناک خبریں بریلی پہنچیں تو انگریزی حکام بہت خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال کو احتیاطاً ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء کو نینی تال پہنچا دیا[2]

۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے[3] نواب بہادر خاں کمشنر بریلی مسٹر الگزینڈر کے بظاہر مددگار تھے اور نواب صاحب پر کمشنر بریلی کو پورا اعتماد تھا اس سلسلہ میں ایک انگریز مورخ رقمطراز ہے۔

---

[1] FIFTY SEVEN BY HENERY GEORGE KEENE
P. 128 (London 1883)

[2] محاربہ عظیم از کنہیا لال صہ ۲۸۷ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۶ء)

[3] مولانا محمد احسن صاحب کی اس جامع مسجد کی تقریر اور آنولہ میں قیام کے متعلق حالات راقم نے حکیم معظم علی خاں عرف مکرمیاں مرحوم رئیس اعظم آنولہ (ضلع بریلی) سے سنے بعد کو تحریری شہادتیں بھی مل گئیں۔ حکیم معظم علی خاں (ابن حکیم واحد علی خاں) حکیم سعادت علی خاں مدار المہام ریاست رام پور کے پوتے تھے بڑے وضعدار رئیس تھے ۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء کو ان کا انتقال ہوا۔

"پچھلی صدی کے ..... حافظ (حافظ رحمت خاں) کے پوتے خان بہادر خاں نے کمشنر (بریلی) کی کوششوں کی پوری پوری تائید کی اور (بریلی) کالج سے منسلک ایک مولوی (محمد احسن) نے مسجد میں تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے"[1]

اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگادی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا[2]

اس تقریر کا ردعمل یہ بھی ہوا کہ ۲۵ رمئی ۱۸۵۷ء کو بروز عید نومحلہ کی مسجد میں مولوی رحیم اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف سخت تقریر کی، اس موقع پر بخت خاں بھی موجود تھے۔ مسلمانوں میں بہت جوش پیدا ہو گیا تھا مگر کوتوال شہر نے اپنی حکمت عملی سے اس جوش کو ٹھنڈا کر دیا[3]

بریلی کالج کے شعبہ فارسی کے استاد مولوی قطب شاہ نے مطبع بہادری کے نام سے ایک پریس قائم کیا جس میں انقلاب سے متعلق لٹریچر شائع و طبع ہوا۔

---

[1] FIFTY SEVEN BY HENERY GEORGE KEENE. P. 128 (London 1883) & FREEDOM STRUGGLE IN U.P. VOL. V. P. 170

[2] FREEDOM STRUGGLE IN U.P. VOL. V. P. 171

[3] Do. P. 173.

۲۸ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا محمد احسن نے بریلی چھوڑ دی مولانا نے بریلی چھوڑتے وقت مولوی نفضل الرحمن صاحب کے لیے بعض ہدایات واشارات قلمی بیاض میں لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں

"آنچہ عقب من ضرورت بخانہ ام خود جناب ادا سازند بہ پرچہ کاغذ بطور یادداشت ارقام می کردہ باشند و تنخواہ احقر نزد خزانچی جمع دارند یا ازو گرفتہ نزد خود جمع می کردہ باشند کہ در جمعیت نزد خزانچی احتمال است و نیہ ما فیہ، و قرضہ شیخ محمد نسیم صاحب ہم بعد وصول تنخواہ ادا باید فرمود و اگر ڈاک سہارنپور جاری باشد از مولوی محمد حسین دریافتہ خطے بنام مولوی احمد علی صاحب نویسند کہ فلاں کس ہنڈوی بنام شیخ ظفر علی فرستادہ بود مگر بسبب شور و غوغا اہل بلوا نرسید و چوں رسیدن سہارنپور ہم خالی از شائبہ و شک نیست و خودش مبتلاء مصائب گردیدہ بریلی را گزاشت و سرگرداں شد، لاجرم فرستادن مبالغ موقوف بر وقت دیگر ماند، اگر ہرج جناب باشد از و مبلغ ما سے کہ نزد جناب جمع ہستند بکدام حیلہ شرعی بعد تبدیل وغیرہ کارروائی کردہ گیرند و نشان مولوی احمد علی ایں است کہ در سہارن پور محلہ محسنیاں رسیدہ نزد مولوی احمد علی صاحب برسد۔"

مولانا محمد احسن بریلی سے آنولہ آئے حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رام پور کے صاحبزادے حکیم ولایت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رام پور (افغانان) ہو کر نانوتہ (سہارنپور) پہنچے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے آغاز کے تین چار ماہ بعد سہارنپور میں مسٹر اسپنکی SPANKIE

کے مظالم اور ناعاقبت اندیشی نے مسلمانوں کو مشتعل کردیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علی کے برادر عبدالرحیم مع چند (اصحاب) سہارنپور گئے تھے ایک کانسٹیبل نے مخبری کی کہ یہ لوگ ہاتھی خرید کر جہاد کیلئے دہلی جائیں گے مسٹر اسپنکی نے حقیقت حال معلوم کرنی چاہی مگر جوابات قابل اطمینان نہ تھے۔ اسلئے اس نے قاضی عبدالرحیم کو اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دیدی۔ اس خبر وحشت اثر سے تھانہ بھون، دیوبند نیز دیگر نواحی بستیوں میں ایک آگ لگ گئی۔ تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حافظ محمد ضامن، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور قاضی عنایت علی وغیرہ نے مجلس مشاورت منعقد کی اس مجلس میں مولانا محمد احسن بھی شریک ہوئے۔ مولانا شیخ محمد تھانوی[1] نے جہاد کے خلاف رائے دی اور فرمایا[2]

"جب قاضی عنایت علی عام جنگ کے دوران خاموش رہے

---

[1] مولانا شیخ محمد بن شیخ حمد اللہ، تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) وطن ہے ظہور احسن تاریخی نام، ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن تھانہ بھون میں کیا پھر دہلی پہنچے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کی خدمت میں رہ کر فقہ، تفسیر و حدیث وغیرہ علوم دینیہ کی سند حاصل کی حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی سے بیعت تھے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔ مولانا تھانوی کے مفصل حالات، ان کے رسالہ "تحقیق وحدت الوجود و الشہود" کے ساتھ دلوی نثار الحق (ایم۔اے) نے شائع کردیئے ہیں۔ مولانا شیخ محمد تھانوی کی تصنیفات میں ارشاد محمدی، بیاض محمدی، انوار محمدی اور دفتر ہفتم مثنوی مولانا روم مشہور ہیں۔

[2] تحقیق وحدت الوجود و الشہود مرتبہ نثار الحق صفحہ ۵۰ (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء)

اور حاضرین مجلس میں سے بھی اس وقت کسی نے اس کو جہاد سمجھ کر اس میں حصہ نہیں لیا تو اس وقت جب کہ انتقام کا جذبہ کارفرما ہے اس لڑائی کو جہاد کیسے کہا جا سکتا ہے"۔[1]

بعض روایات میں ہے کہ مسلمانوں کی کمزوری اور بے سر و سامانی کو عدم جہاد کا سبب قرار دیا گیا۔[2]

مولانا محمد احسن نے مولانا شیخ محمد تھانوی کی تائید کی۔[3] اس پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی نے مولانا محمد احسن کو ڈانٹا آخر فیصلہ جہاد کے حق میں ہوا مولانا محمد احسن نانوتہ آ گئے۔[4]

تھانہ بھون کی مجلس مشاورت کے بعد ان حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امیر جہاد مقرر کر کے انگریزوں سے شاملی (ضلع مظفر نگر) میں جہاد کیا حافظ محمد ضامن، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد منیر نانوتوی نے خوب داد شجاعت دی میدان شاملی میں حافظ محمد ضامن صاحب نے درجہ شہادت پایا مجاہدین سخت مقابلہ کے بعد واپس آ گئے۔

---

[1] مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے

"نیت کا حال تو خدا ہی جانتا ہے بظاہر تو اس کو جہاد کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔" (تحقیق وحدت الوجود و الشہود صد)

[2] سوانح قاسمی جلد دوم صہ ۱۲۳ — ۱۲۵

[3,4] مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی (نبیرہ منشی محمد اسمٰعیل ابن مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی) بنام راقم مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۶ء

سرسید احمد خاں کے رسالہ لائل محمڈنس آف انڈیا سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے محمد ابراہیم خاں تحصیلدار شاملی کی انگریز خیر خواہی اور وفاداری کا ذکر کیا ہے مگر اس سے مجاہدین کے کارناموں کا بھی اندازہ ہوتا ہے[1]

"ابتدائے غدر سے اس افسر محمد ابراہیم خاں تحصیلدار شاملی متوطن رام پور (منہاران) نے سرکار کی خیر خواہی اور قیام عملداری سرکار پر بہت چست کمر باندھی چوتھے رسالے کے سواروں نے جب بغاوت کی اور تحصیل شاملی پر قبضہ کرنا چاہا تو یہ افسر کمال بہادری سے بمقابلہ پیش آیا اور اپنی تحصیل کو باغیوں کے ہاتھ سے بچایا جہاں تک ممکن ہوا انتظام گورنمنٹ میں مدد کی اور جس قدر لٹ ہوا مال گورنمنٹ اور حکام کا بعد میں دستیاب ہوا سب کو برآمد کیا اور پہنچایا۔ آخر کار جب مفسدہ زیادہ ہو گیا اور انتظام کے لیے معتمد آدمی زیادہ درکار ہوئے تو اس افسر نے رام پور سے تمام اپنے خاندان کو شاملی میں بلوالیا اور سب کو کار سرکار میں مصروف کیا۔ پچاس آدمی اس افسر کے خاندان کے مع اکبر خاں اس افسر کے بھائی کے شاملی میں تھے جن میں سے اکثر بمقابلہ باغیان سرکار کی خیر خواہی میں مارے گئے اور خود اس افسر نے بھی خیر خواہی سرکار میں اپنی جاں نثار کی۔ زمانہ غدر میں انتظام ڈاک کا جاتا رہا اور پھر اس کا قائم کرنا اس زمانہ میں کچھ آسان امر نہ تھا اس افسر نے بموجب حکم

---

[1] لائل محمڈنس آف انڈیا از سرسید احمد خاں حصہ سوم (مفصلائٹ پریس آگرہ ۱۸۶۲ء)

کی ڈاک انچیف بہادر کے کمال سعی و کوشش سے شاملی سے کرنال تک ڈاک قائم کی اور انتہا تک بخوبی جاری رکھی جس سے گورنمنٹ کو نہایت فائدہ انتظام میں حاصل ہوا۔

ستمبر ۱۸۵۷ء میں دفعتاً مسلمانان ساکنان تھانہ بھون نے جن کا افسر قاضی عنایت علی تھا فساد برپا کیا اور ایک بڑے گروہ نے تحصیل شاملی پر حملہ کیا اس وقت تحصیل شاملی میں تقریباً دس سوار پنجابی رسالہ کے اور اٹھائیس سپاہی جیل خانہ کے اور پچاس سے زائد سپاہی متعینہ تھانہ و تحصیل کے باقی آدمی اس افسر کے خاندان رکھتے مع اکبر خاں اس کے بھائی جو رام پور سے گئے تھے اور وہاں موجود تھے یہ افسر بہ کمال دلاوری و بہادری بمقابلہ پیش آیا اور تحصیل شاملی کو مستحکم کر کے اور اس میں محصور ہو کر بخوبی لڑا اور ہر دفعہ مفسدوں کے حملہ کناں کو ہٹا دیا۔ اور بہت سے آدمی ان میں کے مارے گئے۔ آخر کو گولی بارود تحصیل میں ختم ہو چکی اور نہایت مجبوری کا وقت آیا اور مفسدوں کو قابو ہو گیا اور وہ لوگ تحصیل میں گھس آئے وہاں بھی مقابلہ ہوا اور یہ افسر نہایت بہادری سے مع اکثر آدمیوں اپنے خاندان کے کام آیا اور شرط نمک حلالی کو پورا کر دیا یہ قتل و خونریزی شاملی میں ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو واقع ہوئی جو دن کہ فتح دہلی کا تھا مگر نہایت افسوس ہے کہ اس افسر کے کان تک مژدہ فتح دہلی جس کا وہ ہر دم مشتاق تھا پہنچنے نہیں پایا تھا"

انگریز نے سخت انتقام لیا۔ حضرت حاجی صاحب ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء میں مکہ معظمہ ہجرت

کر گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی چھ ماہ حوالات میں رہے مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوا مولانا محمد منیر نانوتوی اور مولانا محمد مظہر نانوتوی روپوش رہے مولانا محمد مظہر نانوتوی کے ٹخنے میں گولی لگی تھی۔ قاضی عنایت علی پہاڑوں کی طرف جاکر مفقود الخبر ہوگئے[1]

دہلی پر ستمبر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا قبضہ ہوگیا مگر روہیل کھنڈ میں جنگ آزادی کا سلسلہ جون ۱۸۵۸ء بلکہ اس کے کچھ بعد تک رہا۔ ۶ مئی ۱۸۵۸ء کو بریلی پر انگریزوں کا قبضہ و تسلط ہوگیا۔

مولانا محمد احسن صاحب آخری ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) میں بریلی پہنچ گئے کیونکہ ان کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ کو انہوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

انقلاب ۸-۱۸۵۷ء میں بریلی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر بک مارے گئے اور پلٹن نمبر ۴۲ کا قیام کالج میں رہا۔ جب دوبارہ کالج کھولا گیا تو ۱۸۶۲ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے اس کا الحاق ہوا[2]

حلقہ احباب بریلی

مولانا محمد احسن نے ایک وسیع اخلاق پایا تھا ہر ایک کے ساتھ محبت سے پیش آتے بریلی کے مسلمانوں پر مولانا کا

---

[1] قاضی عنایت علی کے حالات کیلئے دیکھئے ۱۸۵۷ء اور جانبازان حریت (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم) از مولانا محمد میاں صفحہ ۴۴-۵۴، ۵۵ (دہلی ۱۹۶۰ء) نیز وحدت الوجود والشہود صفحہ ۶۲-۶۴

[2] بریلی کالج بریلی ڈپلو میگزین ۱۹۶۰-۱ء ص ۱ (ارکنگ پریس بریلی ۱۹۶۰ء)

خاص اثرو نفوذ تھا باشندگان بریلی خصوصاً عمائد شہر کہنہ (بریلی) مولانا محمد احسن پر بڑا اعتماد فرماتے تھے۔ بعض خاص معاملات میں مولانا کے مکان پر اکثر بریلی کے عمائد و اکابر کی مجلس مشورت منعقد ہوتی ایک موقع پر بریلی میں امساک باراں کی وجہ سے جب سخت پریشانی ہوئی تو مولانا محمد احسن نے "ھو الذی ینزل الغیث..... الخ کا ختم کرایا[1] وعظ و تذکیر کا سلسلہ بھی جاری تھا لوگ مذہبی مسائل دریافت کرتے مولانا نہ صرف اپنے محلہ کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے بلکہ عیدین کی نماز بھی عیدگاہ میں پڑھاتے تھے۔ گویا مسلمانان بریلی کی مذہبی قیادت مولانا محمد احسن کے ہاتھ میں تھی مولانا کی قلمی بیاض میں اکثر ایسے حضرات کے نام ملتے ہیں جن سے مولانا کے تعلقات تھے مگر افسوس کہ آج ان حضرات کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ بریلی میں مولانا محمد احسن صاحب کے تعلقات مندرجہ ذیل حضرات سے تھے۔

مولوی امیر حسن سہسوانی، شمس العلماء مولوی امیر احمد سہسوانی، مولوی حضور احمد سہسوانی، مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی، منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی، مولوی الہ یار خاں، مولوی وزیر علی، مولوی الہی بخش عرف مولوی رنگیں، محمد نسیم تاجر، شیخ علی بخش محمد حسین تاجران، نواب عبد العزیز خاں، سید سعادت علی عیش، مولوی محمد حسن عثمانی صدر الصدور، قاضی غلام حمزہ عثمانی، حاجی حسن علی، مولوی یعقوب علی خاں، مولوی سید احمد شاہ، مولوی سید کلب علی شاہ، مولوی عبد الکریم، منشی عبد الودود، حافظ احمد حسین، مولوی عبد العزیز، سید مقبول حسین، رمضان خاں، مولوی عبد الوہاب وغیرہ وغیرہ

---

[1] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال از مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی ص ۱۵ (مطبع بہارستان کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۲ھ)

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سہسوان کے مشہور عالم مولوی امیر حسن[1] اور ان کے صاحبزادے شمس العلماء مولوی امیر احمد[2] سہسوانی کا قیام بریلی میں رہا ان ہر دو حضرات سے مولانا محمد احسن کی علمی صحبتیں رہتی تھیں۔

مولوی حضور احمد سہسوانی[3] کی کتاب حکایات الصالحین مولانا محمد احسن نے خاص اہتمام و تصحیح کے ساتھ مطبع صدیقی بریلی سے طبع و شائع کی۔

---

[1] مولوی امیر حسن ابن میر لیاقت علی، سہسوان وطن ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبد الجلیل شہید علیگڑھی، مولوی بشیر الدین قنوجی، مولانا تراب علی فرنگی محلی، مفتی صدر الدین آزردہ، شمس العلماء میاں نذیر حسین، شاہ عبد الغنی مجددی اور شیخ عبد الحق بنارسی سے تحصیل علم کی۔ بڑے عالم فاضل تھے ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء میں انتقال ہوا (ملاحظہ ہو حیات العلماء از عبد الباقی سہسوانی ص ۶۴-۶۹، لکھنؤ ۱۹۲۳ء)

[2] مولوی امیر احمد ابن مولوی امیر حسن سہسوان وطن ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے اپنے والد سے تحصیل علم کی مولانا نے دہلی، آگرہ، لکھنؤ، آنولہ، بریلی، بدایوں مختلف اوقات میں قیام فرمایا اور ہر جگہ طلباء علم درس و تعلیم سے مستفید ہوئے آگرہ میں بصیغہ تعلیم ملازم رہے جامعیت منقول و معقول میں بجھے کنار تھے۔ گورنمنٹ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء میں بدایوں انتقال ہوا۔ (حیات العلماء ص ۷۵-۸۰)

[3] مولوی حضور احمد ولد مولوی نور احمد ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء کے بعد پیدا ہوئے واعظ خوش بیان تھے ان کی تصانیف سے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اردو نثر) حکایات الصالحین (اردو ترجمہ احوال الصادقین)، اور رسالہ نکاح ثانی (اردو) یادگار ہیں۔ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا (حیات العلماء ص ۹۷-۹۸)

مولوی سعد الدین[1] عثمانی بدایونی کی کتابیں رفاہ المسلمین وغیرہ بھی مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئیں مولوی سعد الدین عثمانی نے ان کتابوں کی طباعت کے مصارف مولانا محمد احسن کو بالاقساط ادا کیے۔

منشی دیبی پرشاد سحر[2] بدایونی ڈپٹی انسپکٹر مدارس سے خوب رسم وراہ تھی مولانا محمد احسن صاحب کبھی کبھی بدایوں بھی جاتے تھے چنانچہ یکم اکتوبر ۱۸۶۴ء کو مولانا محمد احسن بدایوں گئے اور بریلی سے بدایوں کے کرایہ میں ۱۲؍ صرف ہوئے۔

مولوی الہ یار خاں بریلی کے مشہور تاجر کتب تھے مولانا محمد احسن صاحب ان کے متعلق ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء کی ایک یادداشت میں لکھتے ہیں۔

"حساب کتب الیشاں (مولوی الہ یار خاں) کہ معرفت احقر (مولانا محمد احسن) در مدرسہ فروخت شدہ اند"

یہ کتابیں ۵؍ ۔/ کی تھیں اور مولانا محمد احسن صاحب کے ذریعہ بریلی کالج

---

[1] مولوی سعد الدین ابن شیخ نصیر الدین بدایوں وطن۔ تحصیل علم مولوی عبدالمجید بدایونی سے کی فقہ و فرائض میں تبحر کامل حاصل تھا مولوی فضل رسول بدایونی کے رشتہ کے چچا تھے مولوی سعد الدین نے رد بدعات میں سعی بلیغ کی شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے رسالہ مسائل اربعین کا ترجمہ و شرح رفاہ المسلمین کے نام سے لکھی جو بہت مشہور ہے دوسری کتاب سعادت دارین بھی رد بدعات میں خوب لکھی ہے ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں انتقال ہوا (ملاحظہ ہو اکمل التاریخ از مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری صفحہ ۱۱۵ بدایوں ۱۹۱۵ء)

[2] منشی دیبی پرشاد سحر ابن منشی نبی لال اگر بدایوں محلہ حسینی کے منشی دیبی پرشاد ۲۴ دسمبر ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے ۱۴ سال کی عمر میں بتوجہ مولوی طاہر الدین فرشوری علوم مروجہ اور درسی کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی منشی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے خلاصہ منطق، معیار البلاغت، تاریخ معیار الاطفار، دیوان سحر سامری، اورنگ چمن اور نظم پر بہت یادگار ہیں ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوا۔ (یادگار ضیغم از عبداللہ خاں ضیغم صفحہ ۱۶۸ حیدرآباد دکن ۱۳۰۳ھ)

میں فروخت ہوئی تھیں۔ مولانا کی مشہور کتاب احسن المسائل (ترجمہ کنز الدقائق مولوی الہ یار خاں کی تحریک ہی پر تیار ہوئی اس کتاب کے جملہ حقوق ان ہی کے نام محفوظ تھے جب مالک مجتبائی دہلی نے یہ کتاب احسن المسائل اپنے مطبع میں طبع کرائی تو باقاعدہ مولوی الہ یار خاں کے صاحبزادے ہدایت یار خاں سے اس کے حقوق خریدے جیسا کہ خود انہوں نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے[1]

مولوی وزیر علی بھی بریلی کے ایک تاجر کتب تھے وہ مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات بھی فروخت کرتے تھے۔

مولوی الٰہی بخش عرف مولوی رنگین بریلوی کو رد عیسائیت میں بڑی شہرت حاصل تھی افسوس کہ مولوی رنگین کے حالات نہ مل سکے۔ شاہجہانپور میں ۱۸۷۶ء میں جو مشہور مذہبی مباحثہ مولانا محمد قاسم نانوتوی سے ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر کی ترغیب ہی پر مولوی رنگین نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کو مباحثہ شاہجہانپور میں بلایا تھا۔ بریلی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا محمد احسن نانوتوی کے یہاں شاہجہانپور سے واپسی کے بعد مقیم رہے۔

مولانا محمد قاسم نے اپنے ایک مکتوب بنام مشہور مناظر مولوی ابو المنصور دہلوی (ف سنہ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) منعقدہ ۳۰ محرم سنہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں مولوی رنگین کا ذکر کیا ہے ہم اس خط کو یہاں نقل کرتے ہیں اس میں بعض اور بھی مفید معلومات درج ہیں[2]

مخدوم و مکرم فن مناظرہ اہل کتاب حامی دین متین مولوی سید محمد ابو المنصور

---

[1] ملاحظہ ہو احسن المسائل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] عین الیقین مرتبہ سید مہدی حسن صفحہ ۴۳-۴۴ (مطبع فاروقی دہلی، سال طباعت ندارد)

صاحب لازوال کا سمہ ناصر الدین و منصور، آمین رب العالمین

بندہ کمترین محمد قاسم سلام و نیاز کے بعد عرض پرداز ہے، پرسوں بندہ کمترین نواح بریلی سے لوٹ کر آیا اور کل آپ کا عنایت نامہ بعد واپسی یہیں مجھ کو ملا، ممنون اور مطالعہ سے مشرف ہوا، مہر درخشاں کے دونوں پرچے اور رسالہ تبیان آپ کے عنایت کئے ہوئے تو بریلی ہی رہے، مہر درخشاں کے پرچے تو مولوی محمد منیر صاحب نے رکھ لئے اور رسالہ مذکور مولوی زین نگینہ صاحب نے مطالعہ کے لئے رکھا بر ہنگام قصد بریلی، دیوبند میں دونوں پرچے میری نظر سے گزر رہے تھے مضامین دل نشین دیکھ کر ساتھ لے لئے۔ جہاں مجمع احباب دیکھا میں نے، بیٹھا پڑھا اور ان کو سنایا جو سنتا تھا محظوظ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ مولوی محمد منیر صاحب نے آپ کے بھیجے ہوئے پرچے رکھ لئے، خیر زیادہ کیا گزارش کروں اور کہاں تک عرض کروں، مختصر یہ ہے کہ یہ مضامین خدا تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے رکھ چھوڑے تھے پر افسوس یہ ہے کہ اس زمانے میں کوئی قدر شناس نہیں۔ رسالہ تبیاں بھی من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ کیا عرض کروں یہ جواب آپ ہی سے دیئے گئے۔ یہ آپ ہی کا کام تھا خداوند کریم قبول فرمائے اور خیر عنایت فرمائے، المرقومہ سی ام محرم ۱۲۹۴ھ از دیوبند"

محمد نسیم تاجر پنجابی سوداگران بریلی سے تھے۔ مولانا کے نہایت معتمد تھے انقلاب ۱۸۵۷ء میں بعض مالی امور محمد نسیم صاحب ہی سے متعلق رہے[1]

---

[1] قلمی بیاض مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رح

شیخ علی بخش و محمد حسین بھی بریلی کے سوداگر تھے۔ ان کے متعلق قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے۔

"حساب دو صد روپیہ کہ برائے تجارت بوکالت شیخ علی بخش و محمد حسین تاجران بریلی بتاریخ ۱۴ محرم ۱۲۷۵ھ سپرد کردہ شدند"

نواب عبدالعزیز خاں (المتوفی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء) حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے پوتے تھے بریلی کے عمائد سے تھے عزیز تخلص کرتے تھے۔

سید سعادت علی عیش میر غلام علی عشرت صاحب بدمادت (المتوفی ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء) کے صاحبزادے تھے بریلی میں صیغہ تعلیم میں منسلک تھے بعد کو ریاست رام پور میں ملازم رہے۔

مولوی محمد حسن عثمانی صدر الصدور ابن مفتی ابوالحسن بریلوی عمائد بریلی سے تھے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا بھی شغل رکھتے تھے۔ مولوی محمد حسن صاحب کی دو کتابیں رسالہ اصل الاصول اور غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء و الامام مطبع صدیقی بریلی ہی میں طبع ہوئیں۔

اسی خاندان کے ایک دوسرے ممتاز رکن قاضی غلام حمزہ ابن حافظ غلام احمد تھے مولانا محمد احسن صاحب قاضی غلام حمزہ صاحب کے علم و زہد اور سلامت روی کے بہت معترف تھے۔

حاجی حسن علی بریلی کے ایک متبع شرع صوفی بزرگ تھے ان ہی کی تحریک پر ہدیۃ الحسنیٰ کتاب شائع ہوئی۔

مولوی یعقوب علی خاں بریلی کے مشہور عالم، صدر مدرس مدرسہ اکبری اور بھوپال میں قاضی شرع رہے۔

مولوی سید احمد شاہ، مولوی سید کلب علی شاہ، مولوی عبدالکریم، منشی عبدالودود، حافظ احمد حسین، مولوی عبدالعزیز، سید مقبول حسین، رمضان خاں اور مولوی عبدالوہاب کے حالات کی بالکل نشاندہی نہ ہو سکی۔

حج مولانا محمد احسن ۵ار دسمبر ۱۸۶۶ء کو بریلی سے حج کے لئے روانہ ہوئے پانچ مہینے اس مقدس سفر میں لگے چنانچہ قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے۔

"تاریخ ۵ار دسمبر (۱۸۶۶ء) سفر حج افتادہ پنج ماہ در آمد و رفت صرف شد آنچہ کہ بود دریں مدت صرف گردید۔"

فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی صاحب انوار العارفین سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں[1]

"ایشاں در سن یک ہزار و دو صد و ہشتاد و سوم بر در آستانہ بیت اللہ الحرام احرام بستہ سجدہ کردند و پیشانی سودند و از شوق و ذوق طواف نمودہ و عمرہ آوردہ و از غلبۂ شوق لبیک گویاں بوادی عرفات دویدند و حج ادا کردند پس ازاں بمدینہ منورہ حاضر شدہ بر دو ہمبیر باب السلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بوسہ دادند و بہ نیاز تمام آداب و کورنش و سلام آوردند و بمصداق حدیث شریف "من زار قبری وجبت لہ شفاعتی" بزیارت سید کائنات علیہ الصلوٰۃ و

---

[1] انوار العارفین صفحہ ۵۰۷

التحیات سعادت اندوز گشتند و در مسجد قدس نماز با جماعت ادا کردند"

مولانا محمد احسن اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رح اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح سے خاص طور سے ملے حضرت حاجی صاحب نے اپنے ایک مکتوب بنام مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ میں مولانا محمد احسن کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ مولانا محمد احسن ان کے رسالہ ضیاء القلوب کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ حاجی صاحب کا یہ خط یہاں پورا نقل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بعض مفید معلومات درج ہیں۔

" فقیر ہر طرح سے خوش و خرم ہے اور تمام احباب کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے خطوط متواتر ہر ایک کے پہنچے مدینہ شریف سے آکر ان کا مطالعہ کیا اور مسرت حاصل ہوئی۔ جواب خطوط ہر ایک مفصل نام بنام ہم دست مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کے پہنچے گا اس وقت بباعث جلدی کے اور نیز اس سبب سے کہ بسبب بیماری کے جو مدینہ شریف میں لاحق ہوئی تھی ہاتھ میں کسی قدر لغزش ہو گئی ہے خطوط مفصل نہ بھیج سکا اور حال مفصل اس جگہ کا زبانی مولوی محمد احسن صاحب کے معلوم ہوگا حاجت تحریر نہیں ہے مولوی عبدالحکیم ساکن میرٹھ نے لکھا ہے کہ رسالہ ضیاء القلوب اب تک میرے پاس نہیں پہنچا کہ چھپایا جاتا اس لئے لکھا جاتا ہے کہ اگر رسالہ مذکور کا چھپوانا منظور ہے تو پاس مولوی عبدالحکیم کے بھجوا دیجئے وہ اپنے صرف سے چھپوائیں گے اور تمہارے پاس بھیج دیں گے۔ مولوی

محمد قاسم صاحب سے دریافت فرمادیں کہ آپ کا میرٹھ میں جانا ہو تو بہتر ہے کہ رسالہ مذکور تمہارے اہتمام سے چھپے مولوی یعقوب صاحب معلوم کریں، آپ نے لکھا ہے کہ شجرۂ سہروردیہ میں بعد نام شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نام حاجی عبدالرحیم صاحب کا تحریر ہوا۔ معلوم نہیں حاجی صاحب کو بلا واسطہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے انتساب ہے یا بواسطہ سید صاحب کے، سو اس مقدمہ میں ہم کو یہی پہنچا ہے کہ حاجی صاحب کو شاہ صاحب سے بواسطہ اور بلا واسطہ سید صاحب کے انتساب ہے، اس واسطے میں نے دونوں طرح سے لکھنا مناسب نہیں جانا بسبب طول کے، اب تم کو اختیار ہے جس طرح چاہو تحریر کرو اور حضرت مرشدم میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا واسطہ حاجی صاحب کے سید صاحب سے انتساب ہے حاجی صاحب کا بیچ میں لکھنا ضرور نہیں۔ اور شجرہ سہروردیہ میں جو خاندان مولانا شاہ عبدالعزیز سے لکھا ہے مجھ کو شیخ عظمت اللہ اکبر آبادی عن ابیہ عن جدہ اسی قدر معلوم ہوا ہے نام باپ اور دادا کا معلوم نہیں اور جو شجرہ بزرگوں امروہی سے ہم کو دریافت ہوا یعنی بعد شیخ عبدالہادی کے جو نام شاہ عزالدین کا لکھا ہے کہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ بجائے نام شاہ نصیر الدین نام شاہ عضدالدین صحیح ہے اور بجائے محمد مکی کے نام محمد حامد بھی غالباً صحیح ہے اس طرح سے ان ناموں سے شجرہ کو مرتب کر دینا باقی جوابات، تمہارے خطوط

کے انشاء اللہ تعالیٰ متعاقب پہنچیں گے۔ مکرر یہ کہ اگر رسالہ مذکور کو چھاپنے میں مولوی عبد الحکیم تامل کریں تو مولوی محمد احسن صاحب اس کا چھاپنا چاہتے ہیں ان کو رسالہ دیدو مگر رسالہ کی سو جلدوں سے کم نہ چھپیں اور غالباً سو روپیوں میں تیار ہو جاویں تم اس کے صرف کا فکر نہ کرنا مولوی محمد احسن سے ذکر اس کا آگیا ہے،،[۱]

مولانا محمد احسن صاحب ۱۳ رمئی ۱۸۶۷ء کو بریلی واپس پہنچے چنانچہ بیاض میں تحریر ہے

"آمد و خرچ بعد مراجعت از سفر حج از ابتدا تاریخ ۱۳ رمئی ۱۸۶۷ء تا آخر جولائی ۱۸۶۷ء"

مطبع صدیقی بریلی

انگریزی حکومت کے قیام اور مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں پریس بھی قائم ہوئے اور جلد ہی ملک میں پریسوں کا ایک جال پھیل گیا۔ بریلی در روہیل کھنڈ میں سب سے پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا[۲] یہ مطبع مدرسہ بریلی (بریلی کالج) سے متعلق تھا یہ گویا گورنمنٹ پریس تھا۔ مراد آباد اور بدایوں کا سرکاری کام بھی اسی مطبع میں ہوتا تھا

---

[۱] امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۵۶ ۲۵۷ (تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ)

[۲] تواریخ ضلع بریلی از منشی گلزاری لال (قلمی) مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

اس مطبع سے "عمدۃ الاخبار" نام کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا[1] جس کے پہلے ایڈیٹر مولوی عبدالرحمن تھے۔ بریلی کالج کے شعبہ فارسی کے مدرس مولوی قطب شاہ نے مطبع بہادری کے نام سے ایک پریس قائم کیا تھا جس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کا لٹریچر اور اشتہار و اعلان چھپتے تھے[3]۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی میں مطبع صدیقی قائم کیا اس مطبع کا صحیح سال قیام تو معلوم نہ ہو سکا مگر مولانا کی قلمی بیاض سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ مطبع صدیقی کا قیام ستمبر ۱۸۶۲ء سے قبل ہوا تھا۔ یہ مطبع مولانا محمد احسن اور ان کے بھائی مولوی محمد منیر کی شرکت میں تھا مطبع کے مہتمم مولوی محمد منیر تھے۔ مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات پر مولوی محمد منیر ہی کا نام بطور مہتمم چھپتا تھا مولانا محمد احسن کا قیام خواجہ قطب (بریلی) میں تھا اور اسی محلہ میں مطبع صدیقی بھی تھا۔ مطبع میں دو دستی مشینیں تھیں جس مکان میں مطبع تھا وہ ایک مدت تک "چھاپہ خانہ والا مکان"

---

[1] مطبع عمدۃ الاخبار بریلی کی ایک مطبوعہ کتاب "تاریخ پنجاب مسمی بہ گلشن پنجاب مولفہ پنڈت دیبی پرشاد طالب علم سابق مدرسہ سرکاری بریلی" (۱۸۵۰ء) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے کتب خانہ (کراچی) میں موجود ہے۔ مشہور مستشرق گارسان دتاسی کا یہ بیان درست نہیں کہ ۱۸۵۲ء تک بریلی میں صرف ایک ہی مطبع تھا۔ جیساکہ خطبات گارسان دتاسی صفحہ ۳ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۵ء) میں تحریر ہے۔

[2] صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات صفحہ ۷۸

[3] FREEDOM STRUGGLE IN UTTAR PRADESH Vol. V. P. 111

مشہور رہا ہے۔ شروع میں یہ مطبع بازار درزی چوک میں قائم ہوا تھا۔ مطبع صدیقی بریلی میں مستقل کاتب "منشی مٹھو لال بریلوی" تھے۔ انہوں نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء وغیرہ کی کتابت کی ہے۔

مولانا محمد احسن کے مطبع صدیقی کا مقصد صرف تجارت کتب نہ تھا بلکہ دراصل یہ "ولی اللّٰہی اکیڈمی" تھی اس مطبع سے ولی اللّٰہی حکمت و فلسفہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر معرکہ آرا تصنیفات حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء وغیرہ طبع و شائع ہوئیں ان کتابوں کی اشاعت میں منشی جمال الدین[2]

---

[1] مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے بریلی میں علوم ولی اللّٰہی کی خوب نشر و اشاعت کی مدرسہ مصباح العلوم اور مدرسہ اشاعت العلوم اسی سلسلہ کی یادگار ہیں بریلی میں علوم و افکار ولی اللّٰہی کی اشاعت کا دوسرا دور مولانا محمد منظور نعمانی سنبھلی کے قیام کا دور تھا مولانا محمد منظور نعمانی نے بریلی میں رہ کر اس سلسلہ میں خوب کام کئے یہیں سے ان کا موقر جریدہ "الفرقان" جاری ہوا اور پھر اس کے خصوصی نمبر مجدد نمبر، شاہ اسمٰعیل شہید نمبر اور شاہ ولی اللہ نمبر ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ مولانا محمد منظور نعمانی نے بہت سی کتابیں شائع کیں شاہ ولی اللہ نمبر کی بدولت تذکرہ شاہ ولی اللہ (از مولانا مناظر احسن گیلانی) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک (از مولانا عبید اللہ سندھی) تجدید و احیاء دین (از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی) ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک (از مولانا مسعود عالم ندوی) وغیرہ کتابیں وجود میں آئیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی آج کل لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ اور وہیں سے ان کا رسالہ "الفرقان" نکلتا ہے۔

[2] منشی جمال الدین ابن شیخ وحید الدین قصبہ کوتانہ متصل شاہجہاں آباد وطن تھا بزرگوں کا وطن بوریہ سہارنپور تھا۔ ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء میں پیدا ہوئے مولانا مملوک العلی، شاہ رفیع الدین دہلوی صغیر

مدارالمہام ریاست بھوپال نے مولانا محمد احسن کی بڑی مدد کی۔ خود منشی جمال الدین بھی ولی اللہی خانوادہ سے مستفید تھے منشی صاحب کی بدولت ریاست بھوپال میں تبلیغ دین و سنت کا خوب کام ہوا اور مولانا نواب صدیق حسن خاں (المتوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) نے تو اس کام کو اور بھی آگے بڑھایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف کے علاوہ بہت سا مذہبی، علمی اور تاریخی لٹریچر مطبع صدیقی سے طبع و شائع ہوا۔ مطبع صدیقی بریلی میں جو کتاب چھپتی تھی۔ اس پر حسب ضرورت مولانا محمد احسن حاشیہ لکھتے اس کی تصحیح فرماتے، اس طرح کتاب کی افادیت بڑھ جاتی تھی، مطبع صدیقی بریلی مولانا محمد احسن کے قیام بریلی تک جاری رہا۔

ہماری معلومات کے مطابق یہ مطبع کم و بیش سولہ سال رہا اور اس عرصہ میں اس مطبع نے علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں بڑا کام کیا اس مطبع صدیقی بریلی کی شاخ "مطبع مجتبائی دہلی" نے بھی علوم اسلامیہ کی بڑی خدمت انجام دی کیونکہ مطبع مجتبائی دہلی مولانا محمد احسن کے ربیب مولوی عبدالاحد نے قائم کیا تھا۔

مطبوعات مطبع صدیقی بریلی

اب ہم مطبع صدیقی بریلی کی ان مطبوعات کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے مطالعہ و علم میں آئیں

(بقیہ نوٹ ۶۹) شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب سے تعلیم کی تکمیل کی ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں بھوپال میں ملازمت اختیار کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے خاص ارادت تھی، شاہ صاحب کی تصنیفات شائع و طبع کرائیں منشی صاحب نے ایک کتاب "فرہنگ، قرآن" بنام ترکیب دری لکھی منشی صاحب کی صاحبزادی ذکیہ بیگم نواب صدیق حسن خاں کی پہلی بیوی تھیں جن سے نواب علی حسن خاں اور نواب نور الحسن تھے محرم ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا "رنج و غم مادہ" تاریخ ہے (ملاحظہ ہو ماثر صدیقی جلد دوم از نواب علی حسن خاں ص ۴۴-۵۰، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

سراج السالکین مولوی محمد منیر نانوتوی (برادر مولانا محمد احسن) نے امام غزالی کے رسالہ منہاج العابدین کا اردو ترجمہ سراج السالکین کے نام سے کیا ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا۔[1]

خلعۃ الہنود (جواب تحفۃ الاسلام) ردّ ہنود میں سید حسین شاہ بخاری بت شکن کی فارسی تالیف ہے ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں بریلی صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔

خفی علائی زین اسمعیل جرجانی کی علم طب میں نہایت قابل قدر کتاب ہے ۱۲۸۴ھ میں محلہ خواجہ قطب مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔

حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی معرکہ آرار تصنیف حسب فرمائش منشی جمال الدین مدار المہام بھوپال سب سے اول مطبع صدیقی بریلی میں ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں طبع ہوئی پھر ٹھیک ۶۶ سال کے بعد حجۃ اللہ البالغہ مصر میں طبع ہوئی خدا کی قدرت دیکھیے کہ مصر کی علمی جماعت محی العلم والاصلاح کی طرف سے بھی محمد منیر دمشقی نے یہ کتاب شائع کی اور بریلی میں بھی مولوی محمد منیر (برادر مولانا محمد احسن) کے اہتمام سے طبع ہوئی محمد منیر دمشقی نے بریلی ہی کے اڈیشن کو چھاپا ہے حاشیہ مولانا محمد احسن کا ہے مگر افسوس کہ اس کا ذکر نہیں کیا اس کے بعد یہ کتاب متعدد بار

---

[1] فہرست مطبوعات سبحان اللہ اورنیٹل لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (جلد دوم) صفحہ ۸۷ مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۳۲ء

چھپی ہے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی)
شائع کرنا چاہتی ہے۔ انگریزی ترجمہ محمود حسن خاں ایم اے نے کیا ہے۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکۃ آراء تصنیف
ہے یہ بھی سب سے اول مطبع صدیقی بریلی میں حسب فرمائش جمال الدین مدار المہام
بھوپال طبع ہوئی۔ شوال ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں منشی انشاء اللہ نے حمیدیہ اسٹیم پریس
لاہور سے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جو کثیر الاغلاط ہے۔ یہ کتاب آج تک

۱؎ ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء) میں مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی نے مولوی فضل الرحمن رئیس ڈمری ضلع پٹنہ
کی فرمائش پر حجۃ اللہ البالغہ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا جو بغیر متن عربی ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء) میں
نعمۃ اللہ السابغہ کے نام سے مطبع رحمانی پٹنہ سے شائع ہوا۔ مولوی عبدالحق صاحب حقانی کا
یہی ترجمہ نور محمد اصح المطابع کراچی نے ۱۹۵۵ء میں دوبارہ چھاپا ہے ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں مولوی
خلیل احمد اسرائیلی نے آیات اللہ الکاملہ کے نام سے ترجمہ کیا جو لاہور سے بغیر متن شائع ہوا ہے
اس کے بعد لاہور ہی سے ایک اور ترجمہ مولوی عبدالحق ہزاروی نے مع عربی متن شموس اللہ
البازغہ کے نام سے شائع کیا جو آیات اللہ الکاملہ کی نقل ہے اس کے علاوہ لاہور سے
محمد بشیر صاحب کا ترجمہ مع تشریحی فوائد شائع ہوا یہ ترجمہ نامکمل ہے اور بحث دوم پر
ختم ہو جاتا ہے ۱۹۵۳ء میں حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم صدر
شعبہ عربی و فارسی اسلامیہ کالج پشاور المتوفی ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء نے کیا جو نہایت
اہتمام سے لاہور سے شائع ہوا ہے۔

دوبارہ شائع نہیں ہوئی حالانکہ اس کی اہمیت کا تقاضہ ہے کہ اس کا تنقیدی اور محشی اڈیشن شائع کیا جائے۔

سوط الجبار علیٰ متن الکفار (بحا صل) مولوی محمد علی بچھرایونی (المتوفی ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء) کی تالیف ہے ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی، اس کتاب میں اینڈرسن عیسائی کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی محمد محسن بہاری ترہتی کی عربی تصنیف ہے حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی کی اسانید کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔ شاہ عبد الغنی رح ان کے والد شاہ ابوسعید مجددی رح، شاہ عبد العزیز رح اور شاہ ولی اللہ رح وغیرہ کے مختصر حالات بھی شامل ہیں آخر میں نقشبندیہ سلسلہ کا ایک منظوم شجرہ ہے۔ مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں طبع ہوئی ہے مولانا محمد احسن نے قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

ما للہ احسن تحفتہ من محسن	اکرم بہ من لوذعی متقن
اتممہا طبعاً وقلت تیمنا	اعنی لعام الطبع عن عبد الغنی

۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

مفتی محمد شفیع دیوبندی (کراچی) کے پاس اس کتاب کا وہ تاریخی نسخہ محفوظ ہے جو مولانا محمد احسن نانوتوی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کو اپنی تحریر کے ساتھ بھیجا تھا چنانچہ اس نسخہ پر لکھا ہے۔

"مولوی محمد قاسم صاحب"

مفتی محمد شفیع نے الیانع الجنی کو کشف الاستار عن رجال معانی الآثار کے

حاشیہ پر بھی طبع کرادیا ہے کشف الاستار کا یہ نسخہ جید برقی پریس دہلی میں ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں چھپا ہے۔ ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء میں مفتی محمد شفیع نے ایک مختصر سا رسالہ بطور تتمہ الیانع الجنی مصطفائی پریس مظفر نگر سے طبع کرا کر دارالاشاعت دیوبند سے شائع کیا جس کا نام الازدیاد السنی علی الیانع الجنی المسمی الدر المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود ہے الازدیاد کا دوسرا اڈیشن ابھی حال میں کراچی سے شائع ہوا ہے۔

ریاض الحسنات کتاب کا مضمون سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے منشی نصیر الدین نصیر مرادآبادی نے کسی عربی کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا ہے زبان سلیس اور بامحاورہ ہے ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی قطعہ تاریخ طباعت درج ذیل ہے۔

بہر تاریخ ایں رسالہ کہ ہست — مونس القلب فی الخلوات
بے سر آہ آمد ایں مصرع — قلت بالحق احمد الصلوات

۱۲۸۷ھ
۱۸۷۰ء

عقائد نظامیہ[1] مشہور چشتی بزرگ شاہ فخر الدین دہلوی ابن شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی فارسی تالیف ہے مطبع صدیقی بریلی میں ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں طبع ہوئی۔

شفاء قاضی عیاض شفاء قاضی عیاض ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں مولانا محمد احسن نے مطبع صدیقی بریلی میں طبع کی۔

---

[1] تاریخ مشائخ چشت میں اس کتاب کا نام پروفیسر خلیق احمد نظامی نے نظام العقائد لکھا ہے ہمارا مطبوعہ نسخہ بریلی عقائد نظامیہ کے نام سے ہے۔

ہدیہ اسنیٰ ترجمہ ہدایۃ الاعمیٰ

شیخ حسین کشمیری کی فارسی تصنیف ہدایۃ الاعمیٰ کا اردو ترجمہ مولوی محمد نظام و مولوی قطب الدین ساکنان شاہجہاں پور (روہیل کھنڈ) نے حاجی حسن علی بریلوی کی تحریک پر محرم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں کیا یہ اردو ترجمہ ہدیۂ اسنیٰ کے نام سے مولوی حافظ غلام حسین و عنایت حسین سررشتہ دار محکمہ شفاخانہ جات سرکاری کی سعی و کوشش سے مطبع صدیقی بریلی میں ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں طبع ہوا کتاب تصوف سے متعلق ہے۔ بدعات اور فسق کا رد کیا گیا ہے دنیا پرست صوفی و پیر جو الحاد و بے دینی اختیار کرتے ہیں ان کو شریعت کی پابندی کی ترغیب دی گئی ہے۔ آخر میں مولوی قاسم علی خواہاںؔ مرحوم کا قطعہ تاریخ درج ہے۔

تصوف کا دریا ہے کوزہ میں بند	کہوں کیا میں خواہاں کہ ہے کیا کتاب
پے سال از روئے ایماں کہو	حقیقت میں چھاپی یہ اعلیٰ کتاب

۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء

انتصار الحق معہ معیار الحق

شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی (المتوفی ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) کی مشہور کتاب معیار الحق کا جواب مولانا ارشاد حسین رام پوری نے انتصار الحق لکھا مولانا محمد احسن نے انتصار الحق معہ معیار الحق اپنے اہتمام سے ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی انتصار الحق درخوص اور معیار الحق برحاشیہ ہے آخر میں مولوی قاسم علی خواہاں کا قطعہ تاریخ درج ہے۔

کیا خوب لکھا ثبوت تقلید	مسرور نہ کس طرح ہو خاطر
لکھا خواہاں نے سالِ تاریخ	بے مثل ہے یہ کتاب نادر

۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء

انوار العارفین مولوی محمد حسین چشتی قدوسی صابری مرادآبادی نے جو مولوی محمد امانت علی امروہوی (المتوفی ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) کے مرید تھے صوفیائے کرام کے حالات میں ایک ضخیم کتاب بزبان فارسی انوار العارفین لکھی ہے یہ کتاب ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی مولوی قاسم علی خواہاںؔ بریلوی نے قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

مخزن ذکر اصفیاء ہے یہ ۔۔۔ کیوں نہ مرغوب ہو زمانے کو
لکھ کہ تاریخ اولیاء ہے یہ ۔۔۔ سراسرار ہے تو اے خواہاںؔ

۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

اس کتاب کا دوسرا اڈیشن نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔

ارشاد محمدی اردو میں ایک مختصر سا رسالہ مشہور عالم مولانا شیخ محمد تھانوی کی تصنیف ہے جو انہوں نے اپنے ارادت مند مولوی فدا علی میرٹھی اور منشی محراب علی انوپ شہری کی درخواست پر ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء میں لکھی اس رسالہ میں مولانا شیخ محمد تھانوی نے اپنے سلسلہ کے مشائخ کے ارشادات کو درج کیا ہے اور تصوف کے مضامین بیان کئے ہیں۔ مولانا شیخ محمد تھانوی نے لکھا ہے کہ بعمر ہفت سالگی یعنی ۱۸۲۱ء میں اول شرف بیعت حضرت سید احمد شہید بریلوی سے ہوا یہ کتاب ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی آخر میں قطعات ذیل درج ہیں۔

از مولوی غلام بسم اللہ بریلوی

ارشاد محمدی نہفتہ ۔۔۔ از شیخ محمد انجلا یافت
در سلک سطور شیخ سفتہ ۔۔۔ دہ دہ چہ در علوم باطن

۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

از منشی محمد احسان اللہ مخبر

چوں شیخ محمد اعلم عصر — ارشاد محمدی رقم زد
دریافت مخبر از سر قدس — تاریخ ذات پاک احمد

سنہ ۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

از مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی

چھپ کے تیار فضل حق سے ہوا — طرز اذکار اولیائے کرام
سال اس کا ہے باسر بہجت — نادر اعلیٰ چھپی کتاب تمام

سنہ ۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

سعادت دارین مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی نے اردو زبان میں یہ کتاب لکھی ہے انداز بیان نہایت سلجھا ہوا ہے مراسم و بدعات کی خوب بیخ کنی کی گئی ہے سنہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔

تحذیر الناس مولوی محمد قاسم نانوتوی کا مشہور رسالہ تحذیر الناس (در صحت اثر ابن عباس) سب سے پہلے مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا یہ رسالہ ایک استفتار کا جواب ہے جس میں مستفتی مولانا محمد احسن ہی اس سلسلہ میں مکمل بحث آگے آئے گی یہ رسالہ سب سے پہلے سنہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء[1] میں طبع ہوا اس کا ایک نسخہ حاجی عبد المتین صاحب کے ذریعہ دیکھنے کو ملا[2]، یہ رسالہ متعدد بار مختلف مطابع

---

[1] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال از مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی صہ

[2] مالک مکتبہ احمدیہ، مشن روڈ، کراچی

میں چھپتا رہا ہے۔ اس کے آخر میں مولانا عبد الحیٔ اور دیگر علماء کی تصدیقات بھی شامل ہیں۔

ظفر مبین علی جمیع الشیاطین یہ رسالہ مولوی محمد علی بچھرایونی کی تالیف ہے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں چھپی، اس کتاب میں اینڈرسن عیسائی کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

رفاہ المسلمین شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ کے مشہور رسالہ مسائل اربعین کا شوال ۱۲۵۶ھ میں مولف "سعادت دارین" مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی (مولوی فضل رسول بدایونی (المتوفی ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء) کے رشتہ کے چچا) نے اردو ترجمہ کیا اور اس میں ضروری اضافہ کرکے بطور شرح رفاہ المسلمین نام رکھا یہ کتاب مختلف مطابع میں متعدد بار چھپ چکی ہے۔ مطبع صدیقی بریلی میں بھی چھپی ہے [1]

تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا اردو ترجمہ مولوی محمد سلطان شاہجہانپوری (مولف تذکیر الاخوان) نے مولوی ہدایت یار خاں (ابن مولوی اللہ یار خاں) تاجر کتب بریلی کی فرمائش پر تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم کے نام سے کیا جو کہ مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا ہے۔

رسالہ اصل الاصول علم نحو میں مولوی محمد حسن عثمانی بریلوی صدر الصدور کی تالیف ہے مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی [2]

---

[1] مطبع صدیقی کا نسخہ نہیں دستیاب نہ ہو سکا۔ قلمی بیاض میں اس کی طباعت کا ذکر ہے۔

[2] اکمل التاریخ جلد اول مولفہ مولوی محمد یعقوب حسین بدایونی صفحہ ۴۲

غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء والامام یہ مولوی محمد حسن صدر الصدور کی تالیف ہے اور مطبع صدیقی بریلی میں چھپی ہے [۱]

حکایت الصالحین فی احوال الصادقین مولوی حضور احمد سہسوانی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے صلحاء و صوفیاء کی سبق آموز حکایات ہیں چند سال میں اس کتاب کے تین اڈیشن نکل گئے اور تینوں اڈیشن مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئے۔ مولف کتاب مولوی حضور احمد نے حسن طباعت کے سلسلہ میں خاص طور سے مولانا محمد احسن کا مقدمہ میں ذکر کیا ہے ہمارے پیش نظر تیسرا اڈیشن ہے۔

احسن الاخبار بریلی مطبع صدیقی بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "احسن الاخبار" کے نام سے ۲۰ ستمبر ۱۸۶۲ء سے نکلنا شروع ہوا۔ اس اخبار کے مالک و مدیر مولوی محمد احسن تھے اور اس کا دفتر درزی چوک بریلی میں تھا۔ یہ اخبار بالعموم جمعہ کو شائع ہوتا تھا سالانہ چندہ سات روپے دس آنے تھا [۱]

مولانا محمد احسن کی اپنی تصنیفات بھی مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئیں۔ جن میں سے زاد المخدرات، حمایت الاسلام، تہذیب الایمان، احسن المسائل اور غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعہ ہمیں مل سکیں۔ ان کتابوں کی مزید تفصیل "تصنیف" کے زیر عنوان لکھی جائے گی۔ یہ مختصر ترین فہرست مطبوعات

---

[۱] اختر شہنشاہی از حاجی محمد اشرف ص ۱۴۲ (لکھنؤ ۱۸۸۸ء)

مطبع صدیقی بریلی کی صرف ان کتابوں کی ہے جو ہمارے مطالعہ وعلم میں آئیں ورنہ ان تمام مطبوعات کی فہرست مرتب کرنا بہت مشکل ہے جو تقریباً سولہ سال کے عرصہ میں اس مطبع میں طبع ہوئیں۔

کتب خانہ مطبع صدیقی

بریلی میں مولانا محمد احسن کا ایک تجارتی کتب خانہ بھی تھا جس میں ہر قسم کی کتابیں رہتی تھیں

مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات کے علاوہ نول کشور پریس لکھنو، احمدی پریس دہلی، نظامی پریس کانپور، حسینی پریس بمبئی نیز دیگر مطابع کی مطبوعات بھی فروخت ہوتی تھیں۔ مولانا محمد احسن جملہ حسابات نہایت احتیاط اور ذمہ داری سے رکھتے تھے کیا مجال کہ حساب میں کسی قسم کی گڑبڑ ہو جائے باہر کے تاجروں کے معاملات نہایت دیانتداری اور حسن معاملہ کے ساتھ طے ہوتے تھے جیسا کہ قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے مولانا محمد احسن کے کتب خانہ سے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولوی سبحان بخش شکارپوری، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی[۱] مولوی محمد حسن سہارنپوری، مولوی عبد القیوم بھوپالی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا فضل الرحمن دیوبندی وغیرہ حضرات کتابیں منگواتے تھے۔ ان جلیل القدر علماء سے مولانا محمد احسن کے خصوصی تعلقات تھے۔ اور چونکہ ان حضرات کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ اسی لئے مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات تمام برصغیر میں مشہور و مقبول تھیں۔

---

[۱] مولانا رشید احمد گنگوہی نے ہدایۃ الشیعہ میں خود کو کتب فروش کی حیثیت سے ظاہر کیا ہے اور اپنی کنیت ابو محمود لکھی ہے۔

ہوشنگ آباد، کانپور، الہ آباد، رنگون، گوالیار، انبالہ، جبلپور، آگرہ، بنارس، بمبئی، سہسرام، جونپور، غازی پور، مظفرپور، دیوبند، للت پور، کلکتہ، اجمیر، لکھنؤ، عظیم آباد، سہارنپور، تھانہ بھون، بھاگلپور، دہلی، چھپرہ وغیرہ جاتی تھیں جیسا کہ قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے بعض مطابع اپنی فہرست کتب میں خاص طور سے مطبوعات مطبع صدیقی بریلی کا عنوان لکھتے تھے۔

بریلی میں مولوی الہ یار خاں اور مولوی وزیر علی مولانا محمد احسن صاحب کی کتابیں فروخت کرتے تھے اس کے علاوہ، بریلی کالج، مدرسہ مصباح التہذیب بریلی نیز بریلی کے دیگر مدارس میں کتابیں خریدی جاتی تھیں۔ بریلی کے اہل علم حضرات کا ایک خاص حلقہ مولانا محمد احسن کے کتب خانہ کی کتابوں کا خریدار تھا۔ مولانا محمد احسن کے اس کاروبار میں ان کے بھائی مولوی محمد منیر بھی شریک تھے۔

مدرسہ مصباح التہذیب بریلی

بریلی میں مختلف علماء کرام انفرادی طور سے مذہبی تعلیم دیتے تھے جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی، مولوی لائق علی، مولوی یعقوب علی اور مولانا محمد احسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

مولوی ہدایت علی فاروقی، ساکن محلہ قرولان (بریلی)، مولانا فضل حق خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ نواب مشتاق علی کے زمانے میں سنہ ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۷ء) تا ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں مدرسہ عالیہ رام پور میں پرنسپل رہے۔ مولانا فضل حق رام پوری (ف سنہ ۱۹۴۷ء) ان کے شاگرد رشید تھے، منطق و مناظرہ کا درس خوب دیتے تھے، مولوی فضل حق رامپوری (ف سنہ ۱۹۴۷ء) اور مولوی یونس علی بدایونی (ف سنہ ۱۹۴۴ء) ان کے شاگرد تھے،

مولانا ہدایت علی نے بریلی میں مدرسہ شریعت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کرلیا۔ جس میں درس دیتے تھے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں انتقال ہوا[1]۔

مولوی لائق علی بن مولوی قائم علی بریلوی، اپنے والد اور بھائی مولوی قاسم علی سے تحصیل علم کیا کچھ دنوں دہلی میں بھی پڑھا، طلباء کے مصارف کے خود کفیل ہوتے تھے ۱۳۱۲ھ میں انتقال ہوا[2]۔

اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور وہ تنہا اس مدرسہ کی کفیل تھیں اس مدرسہ میں مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ مدت تک درس دیا۔ مولوی یعقوب علی شہر کہنہ (بریلی) بریلی کے رئیس تھے، عالم، فاضل اور فقیہ تھے حنفی المذہب اور فتویٰ نویسی میں کامل مہارت رکھتے تھے[3]۔

ان مدارس کے باوجود مسلمانوں کی کوئی مرکزی درسگاہ نہ تھی اس لئے مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر و عمائد کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی "مصباح التہذیب"، ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ باشندگان شہر کہنہ (بریلی) نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا[4]۔ اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے

---

[1] ملاحظہ تذکرہ کاملان رام پور از احمد علی خاں شوق ص ۲۱۷ (دہلی ۱۹۲۹ء) و منظر العلماء فی تراجم العلماء و الکملاء از محمد حسین بن بخشش علی (قلمی) ص ۲۰۸ (مخزونہ کتب خانہ قادریہ بدایوں)

[2] منظر العلماء فی تراجم العلماء و الکملاء ص ۲۰۲ [3] تنبیہ الجہال ص ۳۰ و منظر العلماء فی تراجم العلماء و الکملاء ص ۳۰۲ [4] مولانا ملک ظفر الدین بہاری مرحوم نے "حیات اعلیٰ حضرت" (سوانح عمری مولانا احمد رضا خاں بریلوی) جلد اول ص ۱۱-۱۲ (طبع کراچی ۱۹۵۵ء) میں مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کا بانی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے والد مولوی نقی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل تنبیہ الجہال (ص ۳۴ و ۳۹) میں موجود ہے۔

مدرسہ میں پانچ مدرس درس دیتے تھے۔ جس سے طلباء کی تعداد اور مدرسہ کی کامیابی کا اندازہ ہو سکتا ہے مدرسہ نے یہاں تک ترقی کی کہ اس کی دو شاخیں شہر کہنہ (بریلی) میں قائم ہوئیں باشندگان شہر کہنہ (بریلی) اس تعلیمی ترقی میں خاص طور سے دلچسپی لیتے تھے۔ مدرسہ میں مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حسیب الحسن درس دیتے تھے مگر جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی اور اس مخالفت میں مولوی نقی علی خاں پیش پیش تھے، انہوں نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درس گاہ "مدرسہ اہل سنت" قائم کیا، اور مولانا محمد احسن کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا۔ مولانا محمد احسن نے مصباح التہذیب کا نام بدل کر مصباح العلوم کر دیا[1] علوم مشرقی کی یہ درسگاہ آج تک مداری دروازہ بریلی میں قائم ہے۔ شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں مولانا محمد لیسین مرحوم[2]

---

[1] حکیم عبدالرشید (بازار کتب خانہ بریلی) کا بیان ہے کہ مدرسہ مصباح العلوم بریلی کا افتتاح مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دست مبارک سے کرایا گیا تھا۔

[2] مولانا محمد لیسین کا اصل وطن لبی متصل سرہند (ریاست پٹیالہ) تھا راج پوت برادری سے تعلق رکھتے تھے، مولانا احمد حسن کان پوری سے تحصیل علم کی دورۂ حدیث اور آخری فنون کی کتابیں مولانا غلام رسول سرحدی سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں اور دورۂ حدیث شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے کیا مولانا محمد لیسین کو سند حدیث حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی (باقی ص ۸۴ پر)

نے سرائے خام بریلی میں ایک اور مدرسہ اشاعت العلوم قائم کیا ان دونوں درسگاہوں سے علوم وافکار ولی اللہی کی خاص طور سے نشر و اشاعت ہوتی رہی۔

دورِ مخالفت

مولانا محمد احسن بریلی میں علوم اسلامی کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا کے مطبع صدیقی سے اسلامی و تبلیغی لٹریچر خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے علوم و افکار کی خوب نشر و اشاعت ہو رہی تھی۔ مولانا بریلی کالج کے علاوہ طلبار کو گھر پر بھی درس دیتے تھے تصنیف و

(بقیہ صـ۸۱) سے بھی حاصل تھی۔ عنفوان شباب میں مدرسہ فیض عام کان پور میں درس دیا بسنہ ۱۳۰۲ھ میں بریلی میں مدرسہ قائم کیا اور تا وفات اسی مدرسہ میں علوم دینیہ کا درس دیتے رہے ۸ر صفر سنہ ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء کو انتقال ہوا۔ مدرسہ اشاعت العلوم (سرائے خام بریلی) میں دفن ہوئے ان کے حلقہ تلامذہ میں مولانا خیر محمد جالندھری جیسے اکابر علمار داخل ہیں مولوی عزیز الدین عطائی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہاہے۔

گزشتی آہ مولانائے لیسین	زمرگ تو بسر کردہ غم افتاد
برآمد جان زسر شد سال فوتت	مقام تو بہشت جاوداں باد

۳

۱۳۶۶ - ۳ = سنہ ۱۳۶۳ھ

مولانا محمد لیسین نے تین صاحبزادے قاری عبد العزیز، مولوی عبد الرشید اور حافظ عبد الحی یادگار چھوڑے، قاری عبد العزیز خاکسار راقم پر کرم فرماتے تھے اول الذکر دونوں حضرات کا انتقال ہو چکا ہے آجکل مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے مہتمم مولانا مرحوم کے خویش مولوی عبد الرؤف صاحب (ساکن جھاری ضلع بلند شہر) ہیں۔ (مکتوب گرامی مولانا خیر محمد جالندھری بنام راقم ۲۴ر جمادی الآخر سنہ ۱۳۷۷ھ)

تالیف کا سلسلہ قائم تھا مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کے ذریعہ اسلامی علوم وفنون کی تعلیم جاری تھی مولانا محمد احسن کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولوی نقی علی خاں[1] بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخو پور ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر پر مولانا عبد القادر بدایونی (المتوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور شمس العلماء امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا مولوی محمد نذیر سہسوانی (المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کرا دی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی

"ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم و موسیٰ کموسٰکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم"

بھی زیر بحث آیا مرتب رسالہ مولوی محمد نذیر سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا[2] ہے

مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی بھی اسی وصحت اثر ابن عباس رضی کے معتقد ہیں اور اسی مضمون پر ان کی مہر ثبت ہے اور اسی کے

---

[1] مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں بھڑیچ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے یہ عمر کا آخری زمانہ تھا ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔ مولوی نقی علی خاں کی تالیفات میں سرور القلوب فی ذکر المحبوب اور جواہر البیان فی اسرار الارکان مشہور ہیں (تذکرہ علمائے ہند ص ۵۳۰)

[2] مناظرہ احمدیہ مرتبہ محمد نذیر سہسوانی ص ۱۴۷ (مطبع شعلہ طور کان پور ۱۲۸۹ھ)

اور علمائے دین قائل اور معتقد ہیں۔"

صحت اثر ابن عباس رضؓ کے متعلق مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے ایک فتوی مرتب کیا تھا جس پر مفتی سعداللہ مرادآبادی کی تصدیق تھی مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے اس فتوی پر مولانا محمد احسن سے بھی تصدیق و تصویب کے لئے مہر کرائی تھی اسی کا حوالہ محمد نذیر سہسوانی نے مندرجہ بالا اقتباس میں دیا ہے۔

محمد نذیر سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی۔

رجب ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا۔ مخالفت کا سلسلہ ہی ختم نہیں ہوا بلکہ نماز عیدالفطر (شوال ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء) کے موقعہ پر مولوی نقی علی خاں نے عیدگاہ میں مولانا محمد احسن کے نماز پڑھانے کو بھی پسند نہیں کیا اگرچہ مولانا محمد احسن ایک مدت سے عیدین کی امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مولانا محمد احسن نے اس صورت حال کو دیکھ کر درج ذیل تحریر لکھنی ضروری سمجھی [1]

"اگر سید احمد شاہ صاحب نماز عیدگاہ میں پڑھاویں گے تو کسی طرح کا نزاع اور تکرار پیش نہ ہوگا نہ ہماری طرف سے نہ ہمارے دوستوں کی طرف سے اور درصورت نہ ہونے یا انکار کرنے سید صاحب کے قاضی غلام حمزہ صاحب کا امام ہونا مناسب ہے اس پر بھی کچھ تکرار نہ ہوگی اگر انہوں نے بھی قبول نہ کیا تو ہم کو کچھ بحث نہیں کسی کی امامت سے ہماری طرف سے نزاع نہ ہوگی۔"

---

[1] تنبیہ الجہال صفحہ ۱۷

مگر صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو پھر مولانا محمد احسن نے مولوی نقی علی خاں کو عیدگاہ سے یہ پیغام بھجوایا کہ[1]

"میں نماز پڑھنے کو آیا ہوں پڑھانا نہیں چاہتا آپ تشریف لایئے جسے چاہیئے امام کیجئے میں اس کا اقتدار کرلوں گا۔"

مگر عیدگاہ میں نماز مولانا محمد احسن ہی نے پڑھائی۔ دوسرے لوگوں نے مولوی نقی علی خاں کے اقتدار میں حسین باغ (بریلی) میں نماز عید ادا کی۔ نماز عید کے بعد مولوی نقی علی خاں نے اثر ابن عباس رض کی صحت تسلیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد احسن کی تکفیر کی مولانا محمد احسن نے آخر میں مولوی نقی علی خاں کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا[2]

"جناب مخدوم ومکرم بندہ دام مجدہم۔ پس از سلام مسنون التماس یہ ہے کہ واقع میں جواب مرسلہ مولوی نقی علی خاں صاحب میری تحریر کے مطابق ہے میں نے یہ جواب اس جواب کا خلاصہ لکھا تھا جو مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی نے لکھا تھا اور اس پر تصدیق مفتی سعداللہ صاحب کی بھی ہے اور مطبع علوی علی بخش خاں (لکھنؤ) میں چھپا ہے۔ اور زبانی سامنے شاہ نظام حسین صاحب کے میں نے یہ اقرار کیا کہ مجھ کو اس تحریر پر اصرار نہیں جس وقت علماء کے اقوال یا کتب مستندہ سے آئی غلطی ثابت ہوگی میں فوراً اس کو مان لوں گا مگر مولوی صاحب

---

[1] تنبیہ الجہال صفحہ ۱۶

[2] تنبیہ الجہال صفحہ ۱۵

نے براہ مسافر نوازی کوئی غلطی تو ثابت نہ کی اور نہ مجھ کو
اس کی اطلاع دی بلکہ اول ہی کفر کا حکم شائع فرمایا اور تمام
بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا اگر
اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ
قبول کرے زیادہ نیاز —— عاصی محمد احسن عفی عنہ"

مولوی نقی علی خاں اس تحریر سے بھی مطمئن نہ ہوئے ان کی رائے میں اثر ابن
عباسؓ کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبیین ٹھہرتے تھے اس
لئے مولوی نقی علی خاں نے رام پور سے ایک فتویٰ منگوایا جس کی رو سے مولانا محمد احسن
کی تکفیر مشتہر کی گئی[1] اس کے بعد مولانا محمد احسن نے اپنی صفائی بہ اشتہار ذیل پیش کی[2]

"عید الفطر کے روز سے چرچا ہو رہا تھا کہ مولوی نقی علی خاں صاحب
نے ایک استفتاء رام پور سے منگوایا ہے، جس کی رو سے میری
تکفیر مشتہر کی وہ استفتاء میری نظر سے بالتفصیل نہیں گزرا
بعد تشریف آوری مولوی محمد یعقوب علی خاں صاحب کے اس کی
نقل میں نے مفصل دیکھی اور اس عقیدہ والے کی تکفیر پر میں بھی
علماء کے ساتھ متفق ہوں یعنی جو شخص خاتم النبیین سوائے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کو جانے اور آپ کی

---

[1] اس فتوے کے لئے دیکھئے تنبیہ الجہال ص ۲۵-۲۹
[2] تنبیہ الجہال ص ۲۲-۲۳

نبوت کو مخصوص کسی طبقے کے ساتھ مانے وہ شخص میرے نزدیک
بھی خارج از دائرہ اسلام اور کافر ہے لہذا بہ نظر دور کرنے مظنۂ
عوام کے یہ اشتہار دیتا ہوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سوا نہ کوئی نبی خاتم النبین ہوا نہ ہو گا پس خلاف
اس عقیدہ کے غیر صحیح اور غلط تصور کیا جائے۔

المشتہر محمد احسن صدیقی"

مولانا محمد احسن نے مندرجہ ذیل استفتا ماثر ابن عباسؓ کے متعلق مولانا محمد قاسم
نانوتوی اور مولانا عبد الحی فرنگی محلی کو بھیجا[1]

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم
کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارۂ قول ابن
عباسؓ جو در منثور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی
کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم و
عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ
ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات
جدا جدا ہیں اور ہر طبقہ میں مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور
سے ہر طبقہ میں انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک
خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا مثل ہونا

---

[1] مجموعۃ الفتاوی از مولانا عبد الحی فرنگی محلی جلد اول صفحہ ۱۴۱۔ ۱۴۷ (مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۱ھ)

ہمارے خاتم النبین کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لئے کہ اولاد آدم جس کا ذکر لقد کرمنا بنی آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے تو بلاشبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے مزید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اس کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کے متحمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔"

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحذیر الناس تحریر فرمایا۔ تحذیر الناس کے آخر میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا جواب بھی شامل ہے اور اس پر مفتی محمد نعیم کی بھی تصویب ہے۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی (ف ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) نے اس موضوع پر زجر الناس علیٰ انکار اثر ابن عباس (۲) الآیات البینات علیٰ وجود الانبیاء فی الطبقات (۳) دافع الوسواس فی اثر ابن عباس تین مستقل رسالے لکھے ہیں[۱] آخر الذکر رسالہ ہمارے پیش نظر ہے یہ رسالہ مولانا عبدالحی نے کشف الالتباس فی اثر ابن عباس کے رد

---

[۱] مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ از مولانا عبدالحی فرنگی محلی ص ۲۹-۳۰ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۲۳ء

میں لکھا ہے [1] اس موضوع پر مولانا عبدالحیٔ فرنگی کے مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول میں تین فتوے بھی شامل ہیں جن پر مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے علاوہ دوسرے علماء مفتی محمد سعداللہ، محمد لطف اللہ، محمد نعیم، محمد ابراہیم بن مولوی علی محمد، مولوی محمد عبداللہ حسینی، ابوالخیر محمد معین الدین، مولوی امیر احمد سہسوانی، مولوی محمد حسین حفیظ اللہ، شریف حسین، محمد عبدالحلی، محمد عبدالعزیز شہاب الدین غزنوی، عبدالغفور لاہوری اور محمد عبدالغفار ٹونکی کی تصدیق وتصویب موجود ہیں [2] اس مسئلہ کی تائید میں ایک رسالہ نصر المومنین فی رد قول الجاہلین بھی لکھا گیا مگر اس کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی [3]

اثر ابن عباس کی بحث اور مناظرہ احمدیہ اور تحذیر الناس کے جواب میں کئی رسالے لکھے گئے ہمارے مطالعہ وعلم میں درج ذیل رسالے آتے ہیں۔

(۱) **تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجدیہ** ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء۔ مولوی فضل مجید بدایونی المتوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) نے مناظرہ احمدیہ کے جواب میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ مطبع الٰہی آگرہ میں چھپا ہے۔

(۲) **الکلام الاحسن** | مولانا محمد احسن نانوتوی کے رد میں، مولوی ہدایت علی بریلوی کا رسالہ ہے۔

---

[1] دافع الوسواس فی اثر ابن عباس از مولانا عبدالحیٔ ص ۲ (مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۲۳ھ)

[2] مجموعۃ الفتاوی از مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی جلد اول ص ۱۰۷-۱۱۲، ص ۹۹-۱۴۱-۱۴۵

[3] تنبیہ الجہال ص ۶۱

(۲) **تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال** ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء مولانا مفتی حافظ بخش[1] بدایونی (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) کے نام سے مطبع بہارستان لکھنؤ میں چھپا ہے اس رسالہ میں بھی مناظرہ احمدیہ اور تحذیر کا رد کیا گیا ہے مولوی نقی علی خاں کی حمایت کی گئی ہے اور مولانا محمد احسن اور مولوی امیر حسن سہسوانی کی مذمت کی گئی ہے۔

(۳) **قول الفصیح** مولوی فصیح الدین بدایونی (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) نے تحذیرالناس کے جواب میں یہ رسالہ مطبع ماہتاب ہند میرٹھ سے ۱۸۷۵ء میں شائع کیا اس رسالہ کا جواب مولانا محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے یہ قلمی رسالہ دستخطی مولانا محمد قاسم نانوتوی انجمن ترقی اردو (کراچی) کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے اس مخطوطہ کا نمبر الف ب ۲۹/۳ ہے۔

---

[1] مولانا حافظ بخش ولد شیخ خدا بخش ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں پیدا ہوئے حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کی تحصیل اپنے نانا مولوی قاری حافظ امام بخش سے کی ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں مدرسہ قادریہ بدایوں پہنچے ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا فضل رسول بدایونی مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولوی نور احمد بدایونی خاص طور سے قابل ذکر ہیں ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں مدرسہ محمدیہ بدایوں میں صدر مدرس مقرر ہوئے بدایوں کے مفتی اور نائب قاضی رہے جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں انتقال ہوا درگاہ قادری بدایوں میں دفن ہوئے آپ کے نامور فرزند مولانا قدیر بخش بدایونی تھے جو مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں صدر مدرس تھے نہایت خلیق، نیک صفت اور فرشتہ خصال تھے ۱۳ نومبر ۱۹۵۶ء کو حیدرآباد سندھ انتقال ہوا مولانا مفتی حافظ بخش پر راقم کا ایک مفصل مقالہ العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ہے۔

(۴) **افادات صمدیہ** مولوی عبدالصمد سہسوانی المتوفی ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) نے مولوی امیر حسن سہسوانی کے رد میں لکھا ہے اس میں افادات ترابیہ کا جواب دیا گیا ہے[۱] بحث امتناع نظیر کی ہے۔

(۵) **رد رسالہ قانون شریعت** مولوی عبدالصمد سہسوانی کے شاگرد مسمی الٰہی بخش ساکن کھپوند ضلع اٹاوہ نے مولوی امیر حسن سہسوانی کے رد میں یہ رسالہ لکھا ہے[۲]

(۶) **ابطال اغلاط قاسمیہ** ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء مولوی عبیداللہ امام جامع مسجد بمبئی (مرید مولانا فضل رسول بدایونی) کے ایماء پر ایک شخص عبدالغفار نے تحذیر الناس کے رد میں یہ رسالہ ترتیب دیا ہے مرتب رسالہ عبدالغفار کا یہ کہنا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی محمد شاہ پنجابی (ف ۱۳۰۵ھ) کے درمیان دہلی میں تحذیر الناس کے مضامین پر مناظرہ ہوا دونوں صاحبوں کے اقوال سے ایک استفتاء مرتب کر کے مولانا محمد قاسم کے خلاف عبدالغفار نے علماء سے دستخط کرائے اس رسالہ پر دوسرے حضرات کے ساتھ مولانا عبدالقادر بدایونی، مولوی محب احمد بدایونی (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) مولوی نصیح الدین (مولف قول الفصیح) مولوی عبیداللہ، امام جامع مسجد بمبئی وغیرہ کے دستخط ہیں۔

(۷) **فتاوائے بے نظیر در نفی آنحضرت بشیر و نذیر** اس رسالہ میں ان تمام علماء کے

(۱و۲) طوالع الانوار از مولوی انوار الحق بدایونی ص ۸۹ صبح صادق پریس سیتاپور ۱۲۹۷ھ

فتوے بیجا شامل ہیں جو صحت اثر ابن عباس رض کے قائل نہ تھے بدایوں اور بریلی کے علماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں یہ رسالہ مطبع اسدی میں چھپا ہے۔

(۸) **کشف الالتباس فی اثر ابن عباس** | اس رسالہ کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی

(۹) **قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس** | مولانا شیخ محمد تھانوی کی اس موضوع پر قابل قدر تصنیف ہے

حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے مولانا فضل حق خیرآبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے تقویۃ الایمان (مصنف مولوی اسماعیل دہلوی شہید ۱۸۳۱ء) کی ایک عبارت "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ..... کی برابر پیدا کر ڈالے" پر امتناع نظیر اور امکان نظیر کی بحث چھیڑی اور ایک مختصر سا رسالہ اس کے رد میں لکھا پھر تو اس سلسلے نے اس قدر طول پکڑا کہ برصغیر پاک و ہند کے علماء نے اس مسئلہ پر بہت سے رسالے لکھے اور مناظرے کئے یہاں تک کہ بیچارے غالب دہلوی (ف ۱۸۶۹ء) سے بھی مولانا فضل حق نے اس سلسلہ میں ایک مثنوی لکھوائی، تقریباً پون صدی تک اس مسئلہ سے برصغیر پاک و ہند کی فضا گونجتی رہی۔

یہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ میں علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی، بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خاں کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بدایونی بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے، یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گئی۔

ترک سکونت بریلی | مولانا محمد احسن نے بریلی کالج سے کب پنشن

حاصل کی اور کب بریلی چھوڑی۔ اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی۔ شاہجہانپور میں پہلا میلہ خدا شناسی ۸ رمئی ۱۸۷۶ء کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی بریلی مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد ابوالمنصور دہلوی کو اپنے ایک خط مورخہ ۳۰ر محرم ۱۲۹۴ھ (مطابق ۱۴ر فروری ۱۸۷۷ء) میں لکھتے ہیں[1]

"پرسوں بندہ کمترین نواح بریلی سے لوٹ کر آیا اور کل آپ کا عنایت نامہ بعد واپسی یہیں مجھ کو ملا اور مطالعہ سے مشرف ہوا مہر درخشاں کے دونوں پرچے اور رسالہ بتیان آپ کے عنایت کئے ہوئے بریلی ہی رہے مہر درخشاں کے پرچے تو مولوی محمد منیر (برادر مولانا احسن) نے رکھ لئے۔"

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ر فروری ۱۸۷۷ء تک مولوی محمد منیر اور مولانا محمد احسن بریلی میں تھے ۱۸۷۷ء میں بریلی کالج ناقابل برداشت مصارف کی وجہ سے بند کر دیا گیا[2] لہذا معلوم ایسا ہوتا ہے ۱۸۷۷ء کے تعلیمی سال کے اختتام کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی چھوڑی ہوگی۔ اس کے بعد بھی مولانا محمد احسن کبھی کبھی بریلی آتے رہے۔

---

[1] عین الیقین مرتبہ مہدی حسن ص ۴۳-۴۴

[2] بریلی کالج، بریلی ص ۱

قیام نانوتہ مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر نانوتہ قیام کیا مولانا کے ہمراہ ان کے بھائی مولوی محمد منیر بھی نانوتہ آگئے یہاں بھی اصلاح و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو گیا۔ مولانا کے مکان کی عمارت بہت وسیع تھی یہ مکان "بنگلہ والی حویلی" کے نام سے مشہور تھا۔ اس مکان کے دروازہ کے بیضوی گنبد میں صبح کو درس قرآن و حدیث ہوتا تھا۔ باقی اوقات میں مولانا محمد احسن تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے۔ زیادہ تر کام مولوی عبدالاحد کے مطبع مجتبائی کی کتابوں کی صحت و درستی وغیرہ کا ہوتا تھا اسی زمانہ میں مولانا محمد احسن نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کے مشہور رسائل الانصاف اور عقد الجید کا ترجمہ کشاف اور سلک مروارید کے نام سے کیا حصن حصین کے ترجمہ کو درست اور بامحاورہ بنایا قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فتاوی عزیزی اور جواہر القرآن (اعمال و ادعیہ) کی ترتیب و تصحیح کی۔

مولانا محمد احسن کی زیر نگرانی ان کے صاحبزادے مولوی فضل الرحمن بھی ترجمہ وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی فضل الرحمن نے سنہ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں انیس الواعظین (فارسی) مولفہ ابوبکر سندھی کا اردو ترجمہ نافع المسلمین کے نام سے کیا۔ جو بعض موانع کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ سنہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں مولوی محمد بیگ نے اُسے مکمل کیا اور سنہ ۱۳۰۹ھ میں مولوی فضل الرحمن نے "کلمات طیبات" کو مرتب کیا۔

مولانا محمد احسن کے صاحبزادے منشی محمد اسمٰعیل قانون گو کی اہلیہ صدیقہ بیگم فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قدرت ہے کہ شیخ تفضل حسین (شیعی) کے جس مکان میں تعزیہ و علم رکھے جاتے تھے۔ وہیں قرآن و حدیث کے درس و تحریر کا کام ہوا یہ خاتون محمد احسن کی شاگرد تھیں، اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب وہ بیاہ کر آئیں تو پڑھنا

بالکل نہ جانتی تھیں تمام گھر میں دین کا چرچا تھا۔ صبح کے وقت گھر کے سب لوگ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے ہر طرف سے کلام ربانی کی روح پرور آوازیں آتی تھیں اس صورت حال سے ان کو اپنے حال پر سخت شرمندگی ہوئی آخر ایک روز ہمت کر کے اپنے خسر مولانا محمد احسن سے درخواست کی کہ

"مولوی صاحب! مجھے بہت ندامت ہے کیا ہی اچھا ہو کہ آپ مجھے قرآن شریف پڑھا دیا کریں۔"

مولانا نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا

"اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے میں ضرور پڑھا دیا کروں گا۔"

چنانچہ انہوں نے قرآن شریف مولانا محمد احسن سے پڑھا ان ہی کا بیان ہے کہ

"مولوی صاحب اتنی شفقت و محبت سے کلام پاک کا درس دیا کرتے تھے کہ اگر میں حقیقی والدین کے پاس بھی پڑھنے بیٹھتی تو وہ بھی اتنی شفقت سے نہ پڑھاتے کیا مجال کہ کبھی ترش رو ہو کر کچھ کہا ہو حالانکہ سبق دیر سے یاد ہوا کرتا تھا۔"

قصبہ نانوتہ کی بہت سی بچیاں صدیقہ بیگم کی شاگرد تھیں۔ مولانا نے وصیت کی تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ بلا معاوضہ جاری رکھا جائے کیونکہ یہ صدقہ جاریہ ہے یہ خاتون اس پر تا حیات قائم رہیں مولانا محمد احسن کی تعلیم سے ان خاتون کو اس قدر دینی مسائل یاد ہو گئے تھے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی شاید اتنے یاد نہ ہوں۔

احباب نانوتہ میں شیخ اسد علی (والد مولانا محمد قاسم نانوتوی) شیخ خادم حسین، ملا محمد اسمٰعیل، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، عموں امانت علی، احمد حسین، محمد حسین وغیرہ

حکیم نصیر الدین، منشی حسین بخش، منشی لطف علی، مولوی غلام حیدر، مولوی محمد صالح مولوی سخاوت علی، دیدار بخش، مولوی محمد رضا، محمد جان، شیخ نصیر الدین، قادر علی، ابو الحسن، حاجی علی محمد، میر امام علی، مولوی عبد الحیٔ، محمد حنیف، مولوی امام بخش، شاہ کبیر الدین اور مولوی جعفر حسین وغیرہ کے نام نمایاں ہیں افسوس کہ ان حضرات میں سے چند کے سوا باقی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

مولانا محمد احسن اپنے محلہ کی مسجد (نانوتہ) کے مہتمم تھے اُس کی مرمت و درستی وہی کراتے تھے۔ عیدگاہ نانوتہ کا انتظام بھی مولانا محمد احسن ہی کے سُپرد تھا۔

احسن المدارس نانوتہ

مولانا محمد احسن نے جب نانوتہ میں قیام کیا تو وہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جو مولانا ہی کے نام پر "احسن المدارس" موسوم ہوا مدتوں یہ مدرسہ جاری رہا ریاست بھوپال سے اس کو امداد ملتی تھی یہ امداد منشی جمال الدین مدار المہام کی معارف پروری اور مولانا کے تعلقات کے نتیجہ میں ہوگی منشی ظفر احمد نانوتوی وکیل، اس مدرسہ کے متعلق لکھتے ہیں[1]

"میرے سامنے آپ (مولانا محمد احسن) کے نام پر مدرسہ موسومہ "احسن المدارس" مسجد میں قائم ہوا جس کے ایک تختہ پر شیخ ابو الحسن صاحب[2] عرف امام جی نے جو خوشنویس تھے

---

[1] مکتوب منشی ظفر احمد وکیل نانوتوی بنام راقم مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۶ء

[2] شیخ ابو الحسن ابن شیخ تفضل حسین شیخی نانوتوی۔ شیخ ابو الحسن کی ایک کتاب ربانی الگر صریح

مدرسہ کا نام میرے سامنے لکھ کر لٹکایا یہ مدرسہ جنوبی سہ دری مسجد (واقع محلہ شیخ زادگان) میں قائم ہوا۔ مدرسہ میں کلام مجید چراغ دین صاحب پیش امام اور ابتدائی کتابیں فارسی کی امام جی (مولوی ابوالحسن) پڑھاتے تھے برسوں یہ مدرسہ چلتا رہا۔ مدرسہ کے ختم ہونے کے اسباب میرے مشاہدہ میں نہیں سماعت میں ہیں کہ باہمی شیخ زادگان کی رسہ کشی اس کا باعث ہوئی"

۱۹۳۷ء تک نانوتہ میں یہ مدرسہ قائم رہا۔ جب ۱۹۳۷ء میں صوبہ یوپی میں پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو حکیم محمد احمد نانوتوی ولد ملا محمد اسمٰعیل کی بدولت یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور ایک دوسرا مدرسہ "امدادیہ پرائمری اسکول نانوتہ" قائم کیا گیا اور اس جدید اسکول کے لئے کانگریسی حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔

وصال مولانا محمد احسن کی عمر تقریباً ستر سال ہوئی شروع ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء میں بیمار ہوئے علاج کی غرض سے دہلی گئے۔ لیکن افاقہ نہ ہوا رمضان میں دہلی سے واپس آئے راستہ میں مولانا ذوالفقار علی نے دیوبند میں ٹھیرنے کے لئے اصرار کیا۔ مولوی محمد منیر بحیثیت مہتمم دارالعلوم اس وقت دیوبند میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۸) علی نامہ مطبوعہ "مطبع اختر ہند" ۱۳۰۶ھ ہمارے کتب خانہ میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابوالحسن نانوتوی نے شیخین السیدین رض کے دور خلافت کی فتوحات کے حالات کو فارسی نظم "شمشیر اسلام" کے نام سے نظم کیا جس میں ۱۳½ ہزار اشعار ہیں۔ فتوحات عثمانی تکمیل کو نہ پہنچ سکی شیخ ابوالحسن کا مذہب اہل سنت و جماعت تھا۔

مقیم تھے[1] مولانا محمد احسن اپنے برادر عزیز مولوی محمد منیر کے یہاں ٹھہر گئے۔

زمانۂ مرض الموت کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ جب مولانا محمد احسن کے صاحبزادے منشی محمد اسمٰعیل گرداور قانون گو جو قصبہ باغپت یا سردھنہ میں تعینات تھے کو اطلاع ملی تو انہوں نے رخصت لے کر دیوبند آنا چاہا۔ حاکم ضلع نے رخصت دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر منشی محمد اسمٰعیل نے استعفار دیدیا اور اس کی منظوری یا عدم منظوری کا انتظار کئے بغیر دیوبند چلے آئے جب مولانا محمد احسن کو محمد اسمٰعیل صاحب کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا[2]

"یاد رکھو روزگار بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے قیامت میں جہاں اللہ تعالیٰ اپنی دیگر نعمتوں کے متعلق سوال کرے گا وہاں بندے سے روزگار کے متعلق بھی پوچھے گا کہ میں نے تجھے روزگار کی نعمت دی اور تو نے اسے ٹھکرایا تو اس وقت کیا جواب دوگے یہ کفرانِ نعمت ہے ویسے جاؤ میں تم سے بے حد خوش ہوں"[3]

---

[1] مکتوب مولانا سید محبوب رضوی دیوبندی بنام راقم مورخہ ۳۰ فروری ۱۹۵۶ء و تاریخ دیوبند از مولوی محبوب رضوی ص ۱۶۳ (دیوبند ۱۹۵۲ء)

[2] مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی (نبیرہ منشی محمد اسمٰعیل ولد مولانا محمد احسن نانوتوی) بنام راقم مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء

[3] مکتوب مولانا سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۵۹ء

مولوی محمد منیر نے دیوبند کے اس مختصر سے قیام میں مولانا محمد احسن کی ہر قسم کی خدمت کی مگر موت کا وقت معین ہے منشی محمد اسمٰعیل کی واپسی کے دو روز بعد آخر ہفتہ رمضان ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ میں مولانا محمد احسن کا انتقال ہوگیا۔

قریب نصف صدی مولانا محمد احسن کی ذات بابرکات سے علم و فضل کی شمع روشن رہی۔ دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں اس مجسمۂ فضل و کمال کا جسد خاکی سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا سید محبوب رضوی دارالعلوم دیوبند کی ۱۳۲۲ھ کی روداد کے حوالہ سے راقم کو لکھتے ہیں۔[1]

"آپ نے کسی خط میں مولانا محمد احسن نانوتوی کی قبر کے بارے میں دریافت کیا تھا اور یاد پڑتا ہے کہ اس وقت میں نے جواب بھی دے دیا تھا بعد میں دارالعلوم کی روداد ۱۳۲۲ھ میں ایک شعر نظر سے گذرا جس میں صراحت کے ساتھ قبر کی نشان دہی کی گئی ہے۔ آپ کی اطلاع کے لئے یہ شعر لکھ رہا ہوں۔

مولانا محمد احسن نانوتوی قبرستان قاسمی میں آسودہ خواب ہیں حضرت نانوتوی کے برابر میں جانب مشرق ایک قبر چھوڑ کر ان کی قبر ہے درمیانی قبر مولانا ذوالفقار علی (والد ماجد شیخ الہند) کی ہے مولانا فضل الرحمٰن (والد ماجد مولانا شبیر احمد عثمانی) نے ذیل کے شعر میں اس کی نشان دہی فرمائی ہے۔

---

[1] مکتوب مولانا سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء

ہاں! عجب آسودہ تر مابین دو یاران خویش
قاسم بزم مودت، احسن شائستہ خو"

۱۹ر جولائی ۱۹۶۳ء بروز جمعہ خاکسار مؤلف محمد ایوب قادری قبرستان قاسمی دیوبند میں فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوا۔ اور ان صلحائے ملت کی قبور مبارکہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا ذوالفقار علی کے مزارات پر کتبے نصب ہیں۔ اگر ارباب دارالعلوم، مولانا محمد احسن کے مزار پر بھی کتبہ نصب کرادیں تو بہت مناسب رہے ہم اس سلسلہ میں خاص طور سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے مولانا محمد احسن کی خبر وصال حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو مکہ معظمہ بھیجی حضرت حاجی صاحب ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء کے خط میں لکھتے ہیں [1]

"خط آپ کا مورخہ ۱۲ر شوال بذریعہ ڈاک موصول ہوا..... مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی..... کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا مغفرت نصیب کرے اور پس ماندوں کو صبر عطا فرمادے۔"

---

[1] مکتوبات امدادیہ مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۳ - ۱۴ (مطبع احمدی لکھنؤ ۱۹۱۵ء)

علم و فضل مولانا محمد احسن جامع فضائل و کمالات تھے انہوں نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ تصنیف و تالیف سے ان کو خاص شغف رہا۔ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی معرکہ آرار تصانیف حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کی تصحیح و ترتیب بہت محنت سے کی اور حسب ضرورت حاشیے بھی لکھے۔

مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے رسالہ عقد الجید پر مفید اور تنقیدی حاشیے لکھے ہیں۔

مولانا محمد احسن کے شغف علمی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ امام غزالی کی مشہور کتاب احیاء العلوم کا اردو ترجمہ منشی نول کشور آنجہانی کی فرمائش پر چار ضخیم جلدوں میں کیا اسی درمیان میں صرف سات ماہ کے اندر ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثۃ اللہفان کا ترجمہ و خلاصہ تہذیب الایمان کے نام سے کیا یہ کتاب ۴۸۶ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع صدیقی بریلی سے طبع ہوئی ہے

علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے بر سبیل تذکرہ ایک مرتبہ فرمایا

"مولانا محمد احسن مرحوم نے احیاء العلوم کے ترجمہ میں بڑا کام یہ کیا ہے کہ موضوعات کی نشاندہی کرتے چلے گئے ہیں۔"

اسی طرح در مختار کا بقیہ ترجمہ کتاب الاذان کے بعد ایک قلیل عرصہ میں کیا ان ضخیم اور اہم کتابوں کے تراجم کا کام مولانا محمد احسن نے بڑی قابلیت اور حسن و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔

مولانا محمد احسن کے پاس اکثر فتوے آتے تھے مولانا ان کے جوابات نہایت

مدلل تحریر فرماتے ان کے فتاوی میں طویل تمہیدات و مقدمات نہیں ملتے بلکہ وہ نفس جواب اور صریح سند پر اکتفا کرتے ہیں۔ بریلی میں وہ حضرات بھی جن کو مولانا سے اختلاف رائے تھا فتاوی پر مولانا محمد احسن کی مہر ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ تنبیہ الجہال سے اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا محمد احسن صاحب نے انگریزی زبان کی بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی آپ کی قلمی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں۔ سرسید احمد خان بہادر کی تحریک پر گاڈ فری ہیگنس کی کتاب کا ترجمہ حمایت الاسلام کے نام سے کیا۔

مولانا کے تراجم کے متعلق مؤلف مظہر العلماء تحریر فرماتے ہیں[1]

"مولوی محمد احسن نانوتوی، فرید العصر، وحید الدہر، مترجم لاثانی، یگانۂ روزگار، مشہور ہر دیار و امصار، ایک دفتر عظیم کتب دینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں تا قیام قیامت آپ سے یادگار رہے گا۔

مولانا محمد احسن کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا احسن تخلص فرماتے تھے۔ مولانا کی تصنیفات میں اکثر قطعات تاریخ ان کے اپنے لکھے ہوئے ہیں رسالہ عروض میں مثالوں میں بعض جگہ خود مولانا کے اشعار ہیں اغاثۃ اللہفان اور احیاء العلوم کے ترجمہ میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے

---

[1] مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء (قلمی) صـ ۲۰۸

مولانا خود لکھتے ہیں:[1]

"اس ترجمہ (احیا العلوم) میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے اور یہ التزام نہیں کہ اشعار اردو ہی ہوں بلکہ بعض جا فارسی بھی ہیں جہاں بندش فارسی کے الفاظ کی بن پڑتی ہے اور یہ ترجمہ سب اس طرح لکھا ہے کہ نوبت مسودہ کی نہیں آئی نگرِ اول ہی میں جو عبارت ذہن میں گزری قلم برداشتہ لکھ دی اور بہ ہمیں وجوہ جو اشعار کتاب میں مکرر واقع ہوئے ہیں ان کا ترجمہ ہر جگہ مختلف ہوا ہے۔"

چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:[2]

تم نے بات نہ میری مانی　　کس کام آئی یہ نادانی

غرض کیا کہوں کیا ہے میرا سوال　　کہ ظاہر ہے دل پہ ترے سب کا حال

الٰہی کروں کس سے جا التجا　　عنایت نہ ہو تجھ سے گر مدعا

کھِلتی ہے گل سے یوں صبا کیوں خندہ بیجا کیا　　اس کی عوض میں چاک ہے تیری بقا کا پیرہن

---

[1] مذاق العارفین (ترجمہ احیاء العلوم) از مولانا محمد احسن نانوتوی جلد اول، مطبوعہ لکھنؤ

[2] آخر کی دو رباعیاں مذاق العارفین سے لی گئی ہیں اور باقی تمام اشعار رسالہ عروض سے مقتبس ہیں۔

ہر چند ظاہر تھیں تری سب خلق میں بے باکیاں　　لیکن نہ تھیں مجھ سے کبھی اس طور کی چالاکیاں

ہے برا تو ہی اگر تکما ہے تو سب کی خطائیں　　تو ہی اچھا ہے تری نظروں میں گر خوب سب آئیں

ہاتھوں سے چھوٹ گیا ہے کیسے تنی کا داماں　　جو شل تار نہ رہے ٹکڑے میرا گریباں

غم کے عالم میں پڑا رہتا ہوں　　جو کچھ گزرے اسے سدا سہتا ہوں
اس غم میں یاں نہیں جو کوئی مونس　　دل ہی دل میں خدا خدا کہتا ہوں

گر کیسا ہی پیدا کرو طاعت میں کمال　　دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کچھ فائدہ احسن نہ ہو اس محنت سے　　کھانے کے لئے گر نہ ہو مالِ حلال

احسن غفلت میں کٹے ہے دن رات　　لا تعلم ان ما مضیٰ لیس مات
کھوتا ہے خرافات میں کیوں عمر عزیز　　فاعبد مولاک فی جمیع الاوقات

مولانا محمد احسن فن تاریخ گوئی میں بھی بہت مہارت رکھتے تھے مولانا نے اپنی تصنیفات نیز اکثر مطبوعات مطبع صدیقی بریلی پر قطعات تاریخ خود لکھے ہیں جن کی تفصیل حسب موقعہ درج ہے۔ اس کے سوا ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا محمد احسن صاحب مطبوعات مطبع صدیقی کی لوح کی عنوان سطر ایسی عبارت سے ترتیب دیتے تھے جس سے سنہ طباعت نکلتا تھا۔ یہ بڑے کمال کی

بات تھی۔ ازالۃ الخفار کی سطر لوح عنواں

"اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء ہو القوی العزیز"

(۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء) غایۃ الاوطار کی "فقیہہ واحد اشد علی الشیاطین من الف عابد" (۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء) اور عقائد نظامیہ کی "بعون ایزد متعال احد بے مثال" (۱۲۸۶ھ ۱۸۷۰ء) ہے جس سے سال طباعت ظاہر ہوتا ہے۔

آخر میں ہم ادیب شہیر مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کا ایک عربی قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں مولانا محمد احسن کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا گیا ہے

نفسی الفداء لذا الکتاب الاٰتی — من بارعٍ فی احسنِ الاوقاتِ

میری روح اس خط پر قربان ہو جو ایک فاضل شخص کی طرف سے بہترین وقت میں آرہا ہے۔

وردَ الکتابُ علی الکئیبِ فھزّہ — فرَحا واشفیٰ من عضال مماتِ

یہ خط ایک غمزدہ کے پاس آیا اور اس میں فرحت وانبساط سے جنبش پیدا کردی اور جان لیوا موت سے شفا دی۔

فانا الذی بعدَ المماتِ من الاسیٰ — حُزتُ الحیٰوۃ بہ واَیُّ حیاتِ

کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس نے غم کے ہاتھوں مرنے کے بعد اس (خط) کے ذریعہ زندگی پائی اور یہ زندگی کیا ہی خوب ہے۔

یا معشرَ الاحیا قِفوا اُخبِرکُمُ — عن ذا المماتِ وتِلکُمُ السکراتِ

اے زندہ رہنے والو! ٹھہرو میں تمہیں اس موت سے اور اس سکرات (کی سی حالت) سے باخبر کرتا ہوں۔

وردت علی نمیقة لو انھا وردت علی الصخر الاصم النات

میرے پاس ایک ایسا خط آیا ہے کہ اگر وہ کسی سخت، ٹھوس اور مرتفع چٹان پر پہنچتا۔

لاھتز من طرب وامسی یفتخر بکمال بھجتہ علی الذھبات

تو وہ خوشی سے حرکت کرنے لگتا اور غایت مسرت سے پارہ ہائے زر پر فخر کرنے لگتا

ولو انھا وردت علی شجراتی یمشی ید ور بجا ھرالاصوات

اگر وہ کسی درخت کے پاس آتا تو وہ چلا چلا کر ناچنے لگتا

ماء النجم من اصابع مصطفی فطن فصیح مجلی الظلمات

گویا کہ یہ وہ پانی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بہ نکلا تھا جو بڑے دانشمند نہایت فصیح اور اندھیروں کا اجالا کرنے والے تھے۔

والقلب کان من البعاد متیما مضنی فانقذہ من الجمرات

اور دل ہجر میں سرگرداں اور بیمار تھا سو اس خط نے اسے آتش عشق سے نجات دلائی۔

مسک یفرح کمسک اخلاق علت من راسخ العلماء کمیر صفات

یہ وہ مشک ہے جو ستودہ صفات علماء کے اخلاق عالیہ کے مشک کی طرح مہکتا ہے۔

احسن بمن قد خصہ اللہ الکریم بذروۃ القصوی من الحسنات

وہ شخص کیا ہی اچھا ہے جس کو خدائے کریم نے حسنات کی بلند ترین چوٹی پر

پہنچنے کی خصوصیت بخشی ہے۔

اَلْیَلْمَعِیُّ محمد احسن الذی   ورث النجابة من کرام ھداۃ

وہ جید فاضل محمد احسن ہے جس نے بزرگ رہنماؤں سے شرافت کو وراثت میں پایا ہے۔

حاز السعادۃ والرشاد فیالہ   من زاجر الاھواء والشھوات

اُنھوں نے سعادت وہدایت جمع کی وہ اعراض نفس اور خواہشات کے کیسے جھڑکنے والے (دبانے والے) تھے۔

للّٰہ درّکمالہ و فعالہ   من صومہ ودوائم الصلوات

اُن کے کمال، اور روزہ داری اور نمازوں کی مداومت سے متعلق اُن کے افعال پر آفرین ہے۔

نجم فتاً تَمَّ العفاف بہ اذا   ضلوا طریق الرشد والطاعات

وہ ایک ایسا ستارہ ہیں کہ جب پاک باز نیکی وطاعت کی راہ سے بھٹکنے لگتے ہیں تو ان کی اقتدار کرتے ہیں۔

بحر المعارف، ذو الفضائل والتقیٰ   شمس العلوم وقدوۃ السادات

وہ علوم ومعارف کے سمندر ہیں فضائل وپرہیزگاری کے مالک ہیں علوم کے آفتاب اور سرداروں کے پیشوا ہیں۔

کنز الفخار وقرنُ راس فحولہ   نجل الکرام منابع الخیرات

وہ فخر وشرف کے خزانہ اور سربرآوردہ حضرات کے ہم سر، ایسے شرفاء کی اولاد ہیں جو نیکیوں کا سرچشمہ تھے۔

رقاہ رب العالمین تفضلا من کل علم ابلغ الدرجات

انہیں رب العالمین نے اپنے فضل و کرم سے ہر علم کے بلند ترین درجے پر سرفراز فرمایا ہے۔

فھذا بہ المعقول والمنقول والادب المرشیق وذا فنون لغات

سو یہ وہ صاحب ہیں کہ جن پر معقول و منقول ادب عالیہ، فنون لغت

ھذا الحساب وذا المعانی والبدیع وعلم صرف واصطلاح نحات

علم حساب، علم معانی، بدیع، علم صرف اور اصطلاح نحات

یرھو بیاھی بالمفاخر ساطعاً مثل الشمس باکر الغدوات

نازاں ہیں۔ اور ان کے مفاخر پر آفتاب نیم روز کی طرح نہایت آب و تاب کے ساتھ فخر کرتے ہیں۔

مات الکمال بموت سحبان وقد احیاہ ھذا الحر بالنفحات

سحبان کی موت سے کمال کا خاتمہ ہو گیا اس مرد شریف نے اپنی پھونکوں سے پھر اسے زندہ کر دیا۔

این اللسین الاصمعی ومن ھذاہ من الاکابر سابقی القصبات

کہاں ہیں اصمعی زباندان؟ اور جو اکابر اس کے ہمسر تھے اور اس میدان میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔

وابو عبیدۃ والحریری الذی[ف] فاق الانام وسائر الطبقات

اور ابو عبیدہ اور وہ حریری جو ساری خلق اور تمام طبقات پر فائق تھے۔

ف ساق الکلام بابلغ الطرقات (جنہوں نے نہایت بلیغ طریقوں پر داد کلام دی ہے۔)

والبحتری ودعبل والبو نوبس سابقی الشعراء بالحصو ابب

اور بحتری اور دعبل اور ابو نواس جو یا وہ گوئی میں شعراء سے سبقت لے جاتے تھے۔

وکذا الذی زعم النبوۃ حقہ لرشاقۃ الالفاظ والکلمات

اور اسی طرح وہ شخص (متنبی) جس نے الفاظ وکلمات کے شان وشکوہ کی وجہ سے نبوت کو اپنا حق خیال کر لیا تھا (دعوی نبوت کر بیٹھا تھا) کہاں ہے

حتی یردا شان الفصاحۃ یالنا من ذا الفصیح بابلغ الغایات

تاکہ اس فصاحت کی شان دیکھیں یہ انتہائی مدارج پر فائز ہونے والا شخص کیسا فصیح ہے۔

یزری بفصحاء الزمان براعۃ یحیی القلوب بافصح الکلمات

وہ فصحاء زمانہ کو کلام کی بلندی میں داغدار کر دیتا ہے اور فصیح ترین الفاظ کے ذریعے دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

لبشری لقطان البلاد وطوبیٰ للساکنین بھذہ الرحبات

اس ملک کے باشندوں کے لئے خوش خبری ہو اور اس دیار کے ساکنوں کے لئے مژدہ۔

ھذا المسیح یعالج القلب السقیم بداء جھل واسقم الشبہات

یہ معالج ایسے بیماروں کا علاج کرتا ہے جو جہالت اور نہایت واہی شبہات کے مرض میں مبتلا ہوں۔

اھل الفضائل والمروۃ والندی النسان عین الجود عین حیات

وہ فضائل اور مردانگی وسخاوت کا اہل ہے وہ مرد کمک چشم سخا اور زندگی کا سرچشمہ ہے۔

نال المنیٰ من کل شرفٍ دائما　　حیاہ رب العرش بالبرکات

اس نے ہمیشہ ہر شرف میں سے اپنی تمنا کو پالیا عرش کا پروردگار اسے برکتوں کے ساتھ زندہ رکھے

یامادحا مهلاً فانّ مدیحه　　کفخاره لایبلغُ الغایات

اے مدح کرنے والے ٹھیر! کیونکہ اس کی مدح کی اس کے فخر و مباہات کی طرح کوئی حد نہیں ہے۔

یا من تشنف من جمانِ کلامه　　اذان اعلام اولی الدرجات

اے وہ! کہ جس کے کلام کے موتیوں کو بلند مرتبہ مشاہیر نے آویزہ گوش بنا لیا ہے۔

عش ما حلا اماغرّدت قمریۃٌ　　فوق الغصون بافصح السّجعات

تو عزت کے ساتھ زندہ رہ جب تک کہ ایک قمری بھی (درختوں کی) شاخوں پر خوش کن نغمات کے ساتھ چہچہاتی رہے۔

وما امطرت مثل العیون غمامۃٌ　　وما اومض البرق فی الظلمات

اور جب تک کہ کوئی بدلی بھی آنکھوں کی طرح سے برستی رہے اور جب تک کہ اندھیروں میں بجلی کوندتی رہے۔

وما فرقۃ الاحباب افنی هائما　　وسالت عیون الصب بالعبرات

اور جب تک کہ احباب کی جدائی شوریدہ سروں کو مٹاتی رہے کہ چشم گریاں

حسرتوں سے روتی رہے۔

بحبیب رب العالمین محمدٍ　　　　من جاء بالاحکام والآیات

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو رب العالمین کے حبیب تھے اور جو احکام اور معجزات لائے تھے۔

وبآلہ وبصحبہ نجمِ الھُدیٰ　　　　وبتابعیھم جامع الخیرات

اور ان کی آل و اصحاب کے طفیل میں جو ہدایت کے ستارے تھے اور ان کی نیکیوں کے جمع کرنے والے تابعین کے واسطے سے

فعلیہ من ربی کذاک علیھم　　　　ازکیٰ سلامٍ وابرک الصلوات

(پس) اس پر اور اسی طرح ان (حضرات) پر میرے رب کی طرف سے نہایت پاکیزہ سلام اور نہایت متبرک درود نازل ہوں۔

اس قصیدہ کا اردو ترجمہ ہمارے محترم بزرگ جناب مولوی محمد ذکریا مائل ریسرچ اسکالر اردو ڈیولپمنٹ بورڈ (کراچی) نے کیا ہے۔ جس کے لئے ہم ان کے شکرگزار ہیں۔

بیعت مولانا محمد احسن علوم ظاہری کے ساتھ علم باطن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور کسی صاحب نظر شیخ کے متلاشی تھے کہ شیخ کی صحبت اور اثر سے بے قرار طبیعت کو سکون حاصل ہو چنانچہ اس زمانے کے دو تین ممتاز اہل طریقت کی طرف ان کا خیال گیا بالآخر اپنے استاد علوم ظاہری حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بیعت کا شرف بخشا جائے۔

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا محمد احسن کے علم وفضل سے خوب واقف تھے کیونکہ علم حدیث کی تحصیل مولانا محمد احسن نے حضرت شاہ عبدالغنیؒ ہی سے کی تھی لہذا حضرت شاہ عبدالغنی نے فرمایا کہ جماعت درویشاں میں دعویٰ علم وفضل کی گنجائش نہیں یہاں تو "انا" کو مٹا کر لقا کی منزل ملتی ہے۔ مولانا محمد احسن، عقیدت وارادت کے ساتھ خدمت شیخ میں حاضر ہوتے تھے۔ لہذا حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے دست حق پرست پر نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہو گئے صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں [1]

"چوں جوش علم در سینہ بیکینہ ایشاں شورش آمد و متلاشی درویشے گردید سمند ہمت خود را درمیان خدمت دوسہ درویش تاختند آخر کار بخدمت صاحبزادہ مولانا عبدالغنی موصوف رسیدند و مقصود خود را عرض داشتند اوشاں فرمودند طالب را باید کہ اعتقاد خود را راسخ نمودہ بخدمت درویشے رسد تا فائدہ تمام حاصل آید والا بغیر ایں حاصلے نباشد بعد اظہار اخلاص ایشاں را استخارہ ارشاد ساختند ایشاں حسب الامر استخارہ پرداختند بعد ازاں ارادت راسخ خود را بخدمت اوشاں عرض کردند و دست ارادت باصدق عقیدت در دست حق پرست اوشاں دادند و

---

[1] انوار العارفین صہ ۵۰۰

بیعت طریقت کردند و از برکت صحبت اوشاں بر علمے
کہ علم ماسوا حجاب آں علم است علم یافتند و از تعلیم توجہ
خاص از اسم بمسمیٰ پے بردند"

جب مولانا محمد احسن صاحب ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں حج بیت اللہ کو گئے تو
اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبد الغنی مجددی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے
اس موقع پر مولانا محمد احسن شرف اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔
صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں [۱]

"در صحبت شیخ خود از کیفیت نسبت لطیف اثر بلیغ
برداشتند و اجازت یافتند و نازاں گردید"

مولانا محمد احسن کے ذکر اللہ کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ
ہوتے جب عشار کی نماز کے بعد مولانا محمد احسن لیٹ جاتے تو گھر کے لوگ سمجھتے کہ
مولانا سو رہے ہیں، مگر مولانا ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے تھے اور سینہ معارف گنجینہ
ہلتا ہوا معلوم ہوتا۔ مولانا اکثر شب بیداری کرتے تھے۔ جب ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں مولانا
محمد یعقوب نانوتوی نے حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے مرید
منشی محمد قاسم نیانگری (اجمیری) کی اصلاح و تربیت کے لئے مولانا محمد احسن کو
تجویز کیا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی اس سلسلے میں اپنے ایک مکتوب مورخہ سلخ صفر
۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں لکھتے ہیں [۲]

---

[۱] انوار العارفین صہ ۵۰

[۲] مکتوبات یعقوبی مکتوب ۱۶ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۲۹ء

"انشاء اللہ جب میں روانہ ہوں گا تم کو اطلاع دوں گا اور جو
امورات اس وقت کے مناسب ہوں گے عرض کروں گا مولوی
محمد احسن صاحب اور مولوی محمد منیر صاحب بریلی کالج میں نوکر
ہیں اور ان کا ایک چھاپہ خانہ ہے یہی ان کے لئے نشان ہے
اور انشاء اللہ تعالیٰ اگر میری صورت روانگی ہوئی تو مولوی
محمد احسن صاحب کو تمہارے باب میں لکھ دوں گا۔"

جب مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا حج جانے کا ارادہ کچھ پختہ ہوا تو انہوں
نے منشی محمد قاسم نیانگری (اجمیری) کو ۸ ر جمادی الاول ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) کے ایک
مکتوب میں، ان علمائے باعمل کا تعارف کرایا جن سے مولانا محمد یعقوب کی عدم
موجودگی میں فیض حاصل کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں[۱]

"یہاں چند عالم باعمل صاحب کمال تھے ان سے ملاقات
ہوتی تو امید نفع کی تھی۔ مگر ہر کام وقت پر منحصر ہے ان
بزرگوں میں سے یہ نام یاد رکھو جناب مولوی محمد قاسم صاحب
نانوتوی..... جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی،
مولوی محمد مظہر صاحب پہلے اجمیر میں مدرس رہ گئے ہیں احقر
کے بھائی اور وطن دار ہیں۔ سہارنپور کے مدرسہ (مظاہر العلوم)
میں مدرس اول ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد احسن

۱؎ مکتوبات یعقوبی مکتوب ۱۷ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۲۹ء

صاحب بریلی کے انگریزی مدرسہ میں مدرس ہیں۔"

مولانا محمد احسن مرید بہت کم کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے منشی محمد اسمٰعیل کی اہلیہ نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا کہ

"مولوی صاحب! آپ بھی تو عالم اور بزرگ ہیں جس طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید کثرت سے ہیں آپ بھی لوگوں کو مرید کیجئے گھر بیٹھے آمدنی ہوگی۔"

مولانا محمد احسن نے ہنس کر جواب دیا۔

"بی صاحبہ! مولانا رشید احمد صاحب کا کیا ذکر ہے وہ تو بادشاہی احدی ہیں[۱] اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ محنت کرکے کھاؤ اسی لئے ملازمت کرتا ہوں۔"

اعزہ کی خوشنودی

مولانا نہایت حلیم، بردبار اور سلیم الطبع تھے فتنہ و فساد سے سخت تنفر تھا۔ گھر میں ہمیشہ خوش رہتے اور بچوں سے محبت کرتے تھے اپنے گھر والوں کی خوشنودی کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے جس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ خاندان میں کسی کی شادی تھی گھر والوں نے مولانا کی وجہ سے کوئی ایسی رسم وغیرہ نہیں کی جس سے تقریب شادی کا اندازہ ہوتا مولانا نے جب یہ کیفیت دیکھی تو مستورات سے مخاطب ہو کر فرمایا[۲]

۱؎ بے تکلفانہ اظہار خیال ہے۔

۲؎ مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی بنام راقم مورخہ ۱۳ ار دسمبر ۱۹۵۶ء

"لڑکیو! تمہارے گھر میں شادی ہے اور تم کوئی خوشی کی بات نہیں کر رہی ہو جس سے معلوم ہو کہ اس گھر میں شادی ہے"

اعزہ واقربار کی فرمائشیں

جب مولانا محمد احسن نانوتہ سے بریلی آتے تھے تو ان کے اعزہ واقربار اپنی اپنی ضرورت کی چیزیں بریلی سے منگواتے تھے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، عموں امانت علی، شیخ اسعد علی کے علاوہ زیادہ تر فرمائشیں خاندان اور برادری کی مستورات کی ہوتی تھیں۔ مولانا محمد احسن ان فرمائشوں کو بالتفصیل اپنی ڈائری میں لکھتے اور ان چیزوں کو خریدنے کے بعد ان سے متعلق ضروری یادداشتیں بھی لکھتے۔

مولانا کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد احسن کی والدہ ۱۸۶۵ء تک زندہ رہیں کیونکہ اس کے بعد ان کی فرمائشیں بیاض میں درج نہیں ہیں۔ مولانا محمد احسن قرض کی مکمل تفصیلات درج کرتے تھے اور اس باب میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔

خانگی معاملات

مولانا محمد احسن کے دو بیویاں تھیں پہلی شادی گنگوہ میں متولی نصیرالدین کی بہن "امانت النسار" کے ساتھ ہوئی تھی جن سے ایک لڑکی کلثوم، اور دو لڑکے مولوی فضل الرحمٰن اور منشی محمد اسمٰعیل پیدا ہوئے مولانا ان کو "والدہ فضل الرحمٰن" کہتے تھے۔ دوسری بیوی بنارس والی تھیں ان کو "والدہ عبدالاحد" کہتے تھے خاندان کے سب لوگ انہیں "بنارس والی" کہتے تھے مولانا کی خانگی زندگی ہمیشہ خوش گوار رہی دونوں اہل خانہ کو

علیحدہ علیحدہ خرچ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں بیویاں کافی رقم پس انداز کرلیتی تھیں اور بسا اوقات مولانا محمد احسن ان سے قرض لے لیتے تھے۔

مولانا ضبط و نظم کے بہت پابند تھے تمام مصارف روزانہ قلم بند کرتے تھے مہینہ کے آخر میں آمد و خرچ کا میزان دیتے تھے مولانا کی آمدنی عام طور سے دو سو روپیہ ماہانہ سے زائد ہوتی تھی لیکن خرچ ہمیشہ آمدنی کے قریب رہتا تھا مشکل سے دس پانچ روپیہ باقی بچتے تھے مولانا محمد احسن نہایت خوش خوراک اور خوش پوشاک تھے۔ زندگی بہت فراغت اور خوش حالی سے بسر ہوتی تھی۔ مولانا محمد احسن اپنی سوتیلی اولاد مولوی عبدالاحد اور بی زینب کی ضروریات کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

حلقہ تعلقات مولانا محمد احسن کا سلسلۂ احباب نہایت وسیع تھا علمائے کرام اور مشاہیر ملک سے خاص تعلقات تھے۔ بریلی، بدایوں اور نانوتہ کے احباب کے نام اوپر گذر چکے ہیں اس فہرست میں درج ذیل ناموں کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء

(۲) مولانا نورالحسن کاندھلوی المتوفی ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء

(۳) مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء

(۴) مولانا شیخ محمد تھانوی المتوفی ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء

(۵) مولانا رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

(۶) مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء

(۷) مولانا محمد یعقوب نانوتوی المتوفی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء

(۸) مولانا عالم علی مرادآبادی المتوفی سنہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

(۹) مولانا عبدالقیوم المتوفی سنہ ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء

(۱۰) مولانا احمد حسن مرادآبادی المتوفی سنہ ۱۲۹۵ھ

(۱۱) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی المتوفی سنہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

(۱۲) مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی المتوفی سنہ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء

(۱۳) مولوی محمد حسین مرادآبادی مولف انوار العارفین

(۱۴) مولوی محمد ریاض الدین کاکوروی[۱] المتوفی سنہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

(۱۵) مفتی سعد اللہ مرادآبادی المتوفی سنہ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء

(۱۶) مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری المتوفی سنہ ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء

(۱۷) مولوی غلام امام شہید المتوفی سنہ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء

(۱۸) مولوی محمد حسن سہارنپوری

---

[۱] مولوی ریاض الدین ولد مولوی علیم الدین کاکوری وطن ولادت سنہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء میں ہوئی علوم متعارفہ مولوی فضل اللہ نیوتنوی، مرزا حسن علی لکھنوی، مولوی نور الحسن کاندھلوی، اور مولوی حسین احمد ملیح آبادی سے حاصل کئے حاجی امین الدین المتوفی سنہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء سے بیعت تھے۔ آگرہ میں مفتی و منصف رہے۔ انقلاب سنہ ۵۷ء کے بعد ٹونک رہے رام پور میں عدالتوں کے مفتی رہے سنہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں حیدرآباد دکن انتقال ہوا (تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر صفحہ ۱۷۸ اصح المطابع لکھنؤ ۱۹۲۷ء)

(۱۹) مولوی حکیم سعید اللہ[1] ساکن قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) المتوفی ۱۹۰۷ء

(۲۰) حکیم سعادت[2] علیخاں رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رامپور المتوفی ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء

(۲۱) سر سید احمد خاں بہادر المتوفی ۱۸۹۸ء

(۲۲) عبد الرحمٰن خاں مالک نظامی پریس کانپور

(۲۳) منشی نول کشور مالک نول کشور پریس لکھنو المتوفی ۱۸۹۵ء

(۲۴) شیخ نہال احمد دیوبندی

(۲۵) منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء

(۲۶) مولانا فیض الحسن سہارنپوری ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء

---

[1] مولوی حکیم سعید اللہ ولد مولوی حافظ حکیم عظیم اللہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر بریلی، مراد آباد، رامپور اور دہلی تحصیل علم کی نہایت لائق فاضل طبیب تھے انقلاب ۱۸۵۷ء میں شرکت کی گنگرالہ اور گنپلہ میں شریک جنگ رہے۔ جب تحریک ۱۸۵۷ء ناکامیاب ہوئی تو مدتوں روپوش رہے بڑی سعی و سفارش سے معافی ہوئی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں انتقال ہوا آپ کے نامور فرزند میاں رحیم بخش تھے جنکا انتقال فروری ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ جن کے ایک صاحبزادے والدی شیخ مشیت اللہ قادری المتوفی ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۹ء تھے (سوانحات المتاخرین آنولہ (قلمی) از حکیم عبد الغفور ص ۱۵ مملوکہ محمد ایوب قادری)

[2] حکیم سعادت علی خاں ابن مردان علی شیخ کلال آنولہ ضلع بریلی وطن تھا بدایوں کے تحصیلدار رہے ۱۸۵۷ء میں نواب یوسف علیخاں رئیس رامپور کے یہاں مدار المہام تھے انگریزوں کی بڑی خدمات انجام دیں جاگیر، انعام اور خلعت سے سرفراز ہوئے حکیم صاحب نے تین مواضع وقف کرکے ایک اسپتال بنوایا حکیم صاحب کا یہ صدقہ جاریہ ابھی تک جاری ہے۔ آنولہ میں حکیم صاحب کی اولاد معزز اور مقتدر ہے حکیم صاحب کا انتقال ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں ہوا (سوانحات المتاخرین آنولہ ص ۶)

زمینداری

مولانا محمد احسن کا تعلق نانوتہ کے ایک ایسے قدیم خاندان سے تھا جس کو شاہانِ دہلی سے معافیات حاصل تھیں مولانا بھی موروثی زمینداری و معافیات کے مالک ہوئے ہر سہ برادران مولانا محمد منظہر، مولانا محمد احسن اور مولانا محمد منیر (پسران شیخ حافظ لطف علی قوم شیخزادگان ساکن نانوتہ) کا مشترک کھاتہ تھا اور کل زمین ۲۷۹ بیگہ تھی مولانا محمد احسن کے تین باغ تھے ایک باغ ۱۹ بسوہ پختہ، دوسرا ۱۰ بسوہ پختہ اور تیسرا ۹ بسوہ پختہ تھا ۱۹ بسوہ والا باغ قلمی آموں کا تھا مولانا نے ان میں سے ایک باغ ۶۷ء میں لگایا تھا۔

تجارت

مولانا محمد احسن کتابوں کی تجارت ہمیشہ کرتے رہے مطبع صدیقی بریلی کے قیام کے بعد تو تجارت کتب کا یہ سلسلہ اور بھی وسیع ہو گیا تھا مگر محرم ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں مولانا نے شیخ علی بخش و محمد حسین سوداگران بریلی کے ساتھ کپڑے اور اناج کی بھی تجارت کی تھی ۱۴ر محرم ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء کو دو سو روپے ان حضرات کو دیئے اور مال کانپور و فرخ آباد سے آیا تجارت ۵ر نومبر ۱۸۵۸ء سے شروع ہوئی اور ۲۰ر جنوری ۱۸۵۹ء تک یہ سلسلہ جاری رہا ایک جگہ مولانا لکھتے ہیں

"نقشہ تجارت کہ احقر البریہ شروع نمود خداوند کریم
بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل و اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نفع دہد و ہیچ نوع ضرر عائد نگرداند آمین"

مولانا اقتصادیات میں تجارت کو ایک خاص مقام دیتے تھے اور ان کی مرفہ الحالی کا یہ ایک خاص سبب تھا۔

خریداری حویلی بنگلہ والی

"بنگلہ والی حویلی" یا "محل" نانوتہ میں بہت وسیع اور عالی شان حویلی ہے اس کے دروازہ پر ایک بیضوی گنبد ہے۔ جس کے چاروں طرف کھڑکیاں کھلتی ہیں یہ حصہ تاج کہلاتا[1] ہے یہ حویلی ۱۰۶۰ درعہ (مربع گز) ۳ گرہ زمین پر مشتمل تھی۔ جس کا ایک حصہ شیخ تفضل حسین و خادم حسین پسران شیخ علی محمد کی ملکیت تھا اور بقیہ حصے کے مالک شیخ اسد علی (ابن غلام شاہ قوم شیخ زادگان ساکن نانوتہ) تھے اور ہر دو حصے جداگانہ طور سے تعمیر تھے۔ شیخ تفضل حسین کے مارے جانے کے بعد ان کے دو صاحبزادے محمد حسین و ابوالحسن اور بھائی شیخ خادم حسین اس حویلی کے مالک ہوئے جب ان لوگوں کی مالی حالت خراب ہوگئی تو انہوں نے اپنی حویلی مولانا محمد احسن نانوتوی کے ہاتھ فروخت کردی۔

مولانا محمد احسن نانوتوی نے بیعنامہ کا ایک مسودہ اپنی ڈائری میں نقل کیا ہے جس پر ۲۰ جنوری ۱۸۵۷ء مطابق ۲۳ جمادی الاول ۱۲۷۳ھ روز شنبہ تحریر ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی لکھتے ہیں کہ

خریداری کے یہ معاملات ابھی زیر تکمیل ہی تھے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوگیا اور یہ معاملہ التوا میں پڑگیا۔ مسودہ کے سرنامہ پر تحریر ہے

"نقل قبالہ بیعنامہ کہ ابین شیخ خادم حسین صاحب و برادرزادگان

---

[1] اس تاج کا فوٹو سوانح قاسمی مولفہ مولانا مناظر احسن گیلانی جلد اول (طبع اول ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) کے صفحہ ۴۰۰ اور ۴۰۱ کے درمیان دیا گیا ہے۔

شاں وایں احقر نوشتہ شدہ بود وبسبب وقوع غدر فسخ معاملہ گردیدہ بود و باز از سر نو بحسب میعاد مقررہ صورت لبست"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ۲۸ رجمادی الثانی ۱۲۷۶ھ مطابق ۲۲ر جنوری ۱۸۶۰ء کو اراضی موازی دو صد و چہل و پنج درعہ اراضی سکنائی معہ ملبہ خشت ہائے پختہ مشتمل بر دو قطعہ واقعہ اندرون محل مسکونہ شیخ اسد علی ومعہ نصف حصہ دو دکان افتادہ بیرون محل مذکورہ واقع قصبہ نانوتہ محلہ شیخ زادگان کا بیعنامہ مولانا محمد احسن نانوتوی کے حق میں ہو گیا[۱] اس بیعنامہ پر گواہوں کی حیثیت سے مولوی قطب علی، شیخ کرم، سعادت علی، علی بخش، محمد حسن، قلندر بخش شیخ نجابت علی۔ مبارز الدین، محمد رضا، پیر خاں، مولا بخش، عبداللہ، (مولانا محمد یعقوب (نانوتوی) شیخ اسد علی اور محمد سمیع کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔

اس اراضی کی تفصیل وحدود اربعہ مندرجہ ذیل ہیں[۲]

قطعہ اولیٰ غیر مشترک معہ کل ملبہ خشت

تعدادی ما للعبہ اکرہ درعہ کہ در وبست قطعہ ہذا بحقیت بالعان بمعرض بیع ہذا آمدہ

شمالے	جنوبے	غربے	شرقے
حد قطعہ ثانی مشترکہ شیخ اسد علی مذکور	پیوستہ قطعہ مسکونہ شیخ اسد علی مذکور	حد ملحق شارع عام صحن بایں طرف گزر یافتہ	حد ملحق آمد و رفت مشترکہ شیخ اسد علی و قطعہ مبیعہ

۱؎ اس بیعنامہ کی نقل بیعنامہ کی کتاب تتمہ ثانی نقول بیعنامہ جات (۱۸۶۰ء) صفحہ ۱۱ نمبر ۳۱۶ پر درج ہے

۲؎ یہ تفصیلات نقل بیعنامہ سے مقتبس ہیں۔

قطعہ ثانیہ مشترک تعدادی مالہ ب اگرہ درعہ کہ منجملہ آں سوئی حصہ معہ ثلث ملبہ خشت بحقیت بالعان بمعرض بیع بیع ہذا آمدہ تعدادی ۵ گرہ درعہ

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
حد پیوستہ قطعہ افتادہ قطب علی و بعض اکبر علی	حد شارع عام	قطعہ اولی مبیعہ و بعض قطعہ مسکونہ شیخ اسد علی	شارع عام

قطعہ ثالثہ افتادہ معروف دوکان درمیان حدود مندرجہ ذیل مشترک شیخ اسد علی کہ منجملہ آں نصف حقیت بالعان بمعرض بیع آمدہ

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
شارع عام	زمین جمنا داس	شارع عام	مسجد

اس خرید کردہ مکان کے راستے اور صدر دروازہ کے معاملات شیخ اسد علی صاحب سے طے ہوئے۔ شیخ اسد علی صاحب سے دو مرتبہ معاملت ہوئی، کوٹھری طویلہ، طویلہ معہ صحن (سوائے اراضی راہ مشترک) اور کھانچہ جنوبی مبلغ ... صہ میں شیخ اسد علی سے خریدا گیا پیمائش مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے سامنے عمل میں آئی اور اس میں ثلث زمین مملوکہ مولانا محمد احسن جو راستہ میں تھی شیخ اسد علی صاحب کے حق میں وضع ہو گئی اس کے بعد دروازہ و تاج معہ زمین شیخ اسد علی صاحب سے ایک سو روپیہ میں خریدا گیا دروازہ کی خریداری ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۱ء میں عمل میں آئی اس میں سے ۵۰ روپیہ مولانا محمد احسن کے ذمہ باقی رہے جو کہ انہوں نے شروع ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء میں شیخ اسد علی کو ادا کر دیئے۔ اس کی تفصیل مولانا محمد احسن نانوتوی

اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں

پیمائش زمین کہ دو ثلث آں معہ دو ثلث ملبہ و چاہ از شیخ
اسد علی صاحب خریدہ شد و در بروئے مولوی محمد یعقوب صاحب
پیمائش کردہ شد

	شرقاً غرباً معہ آثار غربی	جنوباً شمالاً معہ آثار شمالی اراضی	
کوٹھری طویلہ مثلث	للعہ درعہ ۵ گرہ	درعہ ۱۴ گرہ	عـہ درعہ ۴ گرہ
طویلہ	للعہ درعہ معہ ہر دو آثار ۱۴ گرہ	صہ درعہ ۱۱ گرہ	معہ عـہ درعہ ۱ گرہ
صحن طویلہ سوائے راہ مشترک	سہ ۷ درعہ ۱۶ گرہ	للعہ درعہ بدون آثار ۱۲ گرہ	معـہ درعہ ۱۴ گرہ
کھانچہ جنوبی ملاحق صحن طویلہ	سہ درعہ ۴ گرہ	سے درعہ معہ آثار شمالی ۱۱ گرہ	عـہ درعہ معـہ درعہ ۲ گرہ

یک ثلث	دو ثلث	معہ دو ثلث ملبہ و چاہ بعوض صـہ
عـہ درعہ ۶ گرہ	للعہ درعہ ۱۲ گرہ	خریدہ شد و ثلث راہ آمد کہ حصہ احقر بود دریں وضع کردہ شد

زمین مشترک صرف اکنون دروازہ معہ تاج و دہ درعہ از پیش دروازہ
جانب جنوب از راہ آمد و برآمد کہ در آنجا دروازہ حویلی نو خواہد شد ماندہ است و ملبہ دیوار
مشرقی راہ آمد و برآمد ہم کماں و کمال مشترک است

دروازہ و تاج معہ زمین بالعوض یکصد روپیہ خریدہ شد[۱]

---

[۱] یہ جملہ معلومات ہمیں متعلقہ دستاویز دل، اور قلمی بیاض سے حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے سوانح قاسمی جلد اول (مولفہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم) کے صفحہ ۵۴۰ کے حاشیہ پر ایک ایسی روایت سپرد قلم فرمائی ہے جس سے مولانا محمد احسن نانوتوی کا اعلیٰ کردار مجروح ہوتا ہے۔ ہم نے مکان کی خرید وفروخت سے متعلق جو دستاویزات اور کاغذات دیکھے ان کی روشنی میں یہ روایت بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اور ہمارا خیال یہ ہے کہ شیخ اسد علی صاحب کی موروثی حویلی "محل" میں مولانا محمد احسن تابعض و دخیل ہو گئے اور پھر شیخ صاحب سے بھی براہ راست بیع و شری کے بعض معاملات ہوئے اس سے طبیعتوں میں کچھ گرانی اور انقباض پیدا ہو گیا ہوگا جو ایک فطری امر ہے اور پھر وہی طبائع کی گرانی اور انقباض نہ معلوم کس پیرایہ بیان میں منتقل ہوتا رہا اور ان ہی گھریلو روایات سے متاثر ہو کر مولانا قاری محمد طیب صاحب نے یہ تحریر سپرد قلم فرمادی لیکن منشی عزیز حسن صاحب نانوتوی کے توجہ دلانے پر کافی نقل وتحریر کے بعد مولانا محمد طیب صاحب نے ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند مجریہ جنوری ۱۹۵۶ء (جلد عـ۱۰ شمارہ عـ۴ صـ ۱۹ میں صـ ۵۴۰ کے حاشیہ کی اس عبارت کو آئندہ ایڈیشن میں حذف کرنے کا مندرجہ ذیل تحریری اعلان شائع کر کے اپنی سلامت روی اور اعلیٰ کردار کا ثبوت دیا۔

"سوانح قاسمی، جلد اول کے صـ ۵۴۰ کے حاشیہ نمبر۱ پر حضرت اقدس مولانا نانوتوی قدس سرہ کے جدی مکان کے تذکرہ کے ضمن میں احقر کی نقل سے ایک روایت درج ہوئی ہے جس میں حضرت کے والد ماجد شیخ اسد علی مرحوم اور مولانا محمد احسن صاحب مرحوم

کے درمیان دروازۂ مکان کی داد دستد اور اس کی کاغذی نوشت و خواند کی کیفیت تحریر کی گئی ہے۔ مولانا محمد احسن صاحبؒ کے نواسوں میں سے برادر محترم جناب منشی عزیز احمد[1] صاحب نے اپنے والا نامہ میں اس روایت کے خلاف بعض نقاط کی طرف توجہ دلائی جس سے روایت کے اجزاء میں شبہ پڑ گیا وہ بزرگ جن سے یہ روایت سنی گئی آج دنیا میں موجود نہیں کہ ان سے یہ شبہ حل کیا جائے اور ادھر برادر موصوف کے والا نامہ میں جن بنیادوں کو سامنے لایا گیا ہے ان کی تردید کی کوئی وجہ موجود نہیں اس لئے حاشیہ کی روایت حسب اصول دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُکَ قابل ترک نظر آئی ساتھ ہی اس روایت سے حضرت مولانا محمد احسن صاحبؒ پر جو دھبہ آتا تھا وہ اس والا نامہ کے مشمولات سے بالکل صاف ہو جاتا ہے چونکہ مولانا ممدوح کی ذات گرامی ہمارے اکابر میں سے ہے علمی حلقوں پر ان کے احسانات انمٹ ہیں اور بحیثیت مصنف احسن القواعد و مفید الطالبین وغیرہ علماء و طلباء انہیں جانتے پہچانتے ہیں اور دلوں میں ان کی عظمت رکھتے ہیں جس کا قدرتی تقاضہ یہی ہو سکتا ہے کہ ان کی طرف کسی کمزوری کی

---

[1] صحیح نام عزیز حسن ہے۔ (محمد ایوب قادری)

نسبت دلوں کو گوارا نہ ہو چنانچہ روایت مذکورہ تمام بند کرتے ہوئے دل اس ناگواری سے خالی نہ تھا گو مورخ کی نظر بحیثیت مورخ کے اس قسم کی اخلاقی کیفیت پر نہیں صرف نقل و روایت پر گزرتی ہے) اس لئے بھی حاشیہ کی روایت قابل ترک اور خطوط کے مشمولات قابل قبول محسوس ہوئے لہذا سوانح قاسمی جلد اول ص ۰۰ ۳ ۵ کے متن میں سے فقرہ " بلکہ ایک قصہ مولوی احسن نانوتوی مرحوم کا " تا ختم " ان ہی کے قبضہ میں آپ نے رہنے دیا " (جو حاشیہ کی روایت پر مبنی ہے) اور اس صفحہ کا حاشیہ لے حذف کیا جاتا ہے جو آئندہ ایڈیشن میں شائع نہ ہوگا۔ محمد طیب "

حلیہ اوسط قد، گورے چٹے، گھنی گول داڑھی، ناک ستواں، خوبصورت چہرہ کسی قدر گولائی لئے ہوئے، آواز خوش گفتار و شیریں، چہرہ سے متانت اور سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا حلم و بردباری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی لے

لباس لباس میں کرتہ، پاجامہ اور عبا پہنتے تھے صدری اور انگرکھا بھی زیب تن کرتے تھے موسم سرما میں لحاف، توشک، رضائی، دوہر اور بالا پوش کا اہتمام ہوتا تھا، کپڑوں میں خاصہ، ململ، چھینٹ، جامدانی، گمٹی، بانات، نینو اور اطلس کے کپڑے مولانا کے گھر میں استعمال ہوتے تھے "امید" خیاط کا ایک مستقل

لے مکتوب مسٹی کلفر علی زبیری مارہروی بنام محکم ۵ نومبر ۱۹۷۵ء بنام راقم

کیا تھا۔[1]

تصانیف و تراجم مولانا محمد احسن کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے عبارت ہے مطبع صدیقی بریلی کی وجہ سے اس سلسلہ کو اور بھی وسعت ہوئی کیونکہ مطبع اپنا تھا مولانا نے زیادہ تر ضخیم اور اہم کتابوں کے اردو میں ترجمے کئے ہیں بریلی کے قیام میں تصنیف و تالیف کا کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو اس وقت مطبع مجتبائی دہلی کا تصحیح و حواشی کا کام ہوا اس زمانے میں بعض ترجمے بھی ہوئے مولانا محمد احسن نے جو ترجمے کئے ہیں ان کی زبان، با محاورہ، صاف اور سلیس ہے۔ مولانا بڑی حد تک قواعد زبان اور صحت عبارت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مولانا لفظی ترجمہ کی بجائے با محاورہ ترجمہ کو ترجیح دیتے تھے اس وقت نثر اردو ابتدائی حالت میں تھی اس لئے نثر اردو کے ارتقاء میں مولانا محمد احسن کی تصانیف و تراجم خاص توجہ کے مستحق ہیں اب ہم ذیل میں مولانا محمد احسن کے علمی کارنامے پیش کرتے ہیں۔

(۱) تحفۃ المحصنین مولانا محمد احسن کی غالباً یہ سب سے پہلی تصنیف ہے انہوں نے یہ مختصر سا رسالہ باشندگان بنارس کی درخواست پر ان عورتوں کے بیان میں لکھا ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے یہ رسالہ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء میں بنارس میں لکھا گیا یہ رسالہ ایک مقدمہ، نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی

---

[1] یہ تمام تفصیل قلمی بیاض میں درج ہے۔

مل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں بلکہ مقدمہ اور خاتمہ کے ساتھ بھی بعض مسائل
امل ہیں زبان عام فہم اور بامحاورہ ہے تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق
ھاگیا ہے۔ بعض مسائل میں مختلف ائمہ فقہ کی رائیں بھی نقل کی گئی ہیں جس سے
ولانا کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے کتاب میں تین فتوے بھی مع جواب شامل ہیں
س کتاب کے کئی اڈیشن شائع ہوئے ہمارے پیش نظر مطبوعہ محرم ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء (مطبع
مصطفائی کانپور) رہا ہے

(۲) اصول جر ثقیل نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے۔ ۱۸۵۴ء میں بنارس میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے[1]

(۳) نافعہ خریداران یہ رسالہ مولانا محمد احسن صاحب نے بیع و شری کے مسائل کے بیان میں لکھا ہے جیسا کہ آغاز رسالہ میں خود تحریر فرماتے ہیں[2]

"اس زمانہ میں اکثر لوگ اپنے ہاتھ کی کمائی تو کم کرتے ہیں اور تجارت وغیرہ کیا کرتے ہیں لیکن معاملات بیع و شری میں مسلمانوں کے نفع کے لئے ضروری جان کر یہ رسالہ کہ اسم تاریخی اس کا "نافعہ خریداران" ہے لکھا گیا اور قبل بیان مسائل ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ کسب حلال اور برائیاں کسب حرام کی درج کی گئیں اور اکثر

۱؎ تاریخ داستان اردو از حامد حسن قادری ص ۱۹۰ (آگرہ ۱۹۴۱ء)

۲؎ نافعہ خریداران از مولانا محمد احسن ص ۳ مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ

روائیتیں اس رسالہ کی ہدایہ، در مختار اور عالمگیری سے نقل ہیں"

مولوی محمد رضا مائل مرادآبادی نے قطعہ تاریخ لکھا ہے

جب رسالہ یہ ہو گیا پورا — جو پسند آیا ایک عالم کو
مائل خستہ نے کہی تاریخ — بائع و مشتری کے نافع ہو

سنہ ۱۲۷۲ھ
۱۸۵۵ء

(۴) قواعدِ اردو حصہ چہارم

ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن صوبہ شمالی و مغربی (یوپی) کے حسب الحکم نصاب کی غرض سے قواعد اردو کو چار حصوں میں ترتیب دیا گیا اس سلسلہ کا چوتھا حصہ مولانا محمد احسن نے مرتب کیا ہے ــــ شروع کے تین حصے دوسرے حضرات نے لکھے مولانا محمد احسن آغاز رسالہ میں لکھتے ہیں لے

" جاننا چاہیے کہ یہ رسالہ قواعد اردو بموجب ارشاد فیض بنیاد جناب مستطاب معلی القاب جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر تعلیم ممالک شمالی و مغربی کے احقر العباد محمد احسن مدرس اول فارسی مدرسہ بریلی نے ۱۸۶۲ء میں تالیف کیا اور تابمقدور عبارت سہل اور قواعد ضروری کا ہونا ملحوظ رکھا اور بعض باتیں عربی فارسی کی جن کا جاننا نوآموزوں کو ضروری موجب ہوشیاری کا فائدہ بھی درج کی گئیں اور پہلے بیان مطلب سے کچھ

لے قواعد اردو حصہ چہارم از مولانا محمد احسن صہ ۱-۲ (مطبوعہ میرٹھ ۱۹۰۵ء)

اصطلاحیں جو قواعد میں مذکور ہوں گی لکھی گئیں اور چونکہ اس زبان
کی صرف و نحو ابھی خوب منضبط نہیں ہوئی لہٰذا ناظرین بدقت
ملاحظہ کے خود جان لیں گے کہ کس طرح کی کاوش کر کے یہ باتیں لکھی
گئیں اس رسالہ میں چار باب ہیں اول میں اصطلاحات دوسرے
میں صرف تیسرے میں نحو اور چوتھے میں ترکیب کرنے کا طور اور
کچھ قواعد ضروری لکھے گئے۔"

چونکہ یہ کتاب نصاب میں شامل رہی لہٰذا بیسیوں اڈیشن اس کے شائع ہوئے
ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ احسن القواعد مولانا محمد احسن نانوتوی کی تالیف ہے حالانکہ
احسن القواعد میں مولف کا نام صراحت سے محمد نجف علی خاں متوطن مراد آباد لکھا
ہے احسن القواعد کے مولف محمد نجف علی خاں مولانا محمد احسن کے شاگرد تھے اسی
لئے انہوں نے اپنے استاد مولانا محمد احسن کے نام پر اپنی اس کتاب کا نام "احسن القواعد"
رکھا مولانا محمد احسن صاحب کی ایک تقریظ احسن القواعد میں ضرور شامل ہے۔

(۵) رسالہ عروض

فن عروض میں مولانا محمد احسن کا مختصر مگر جامع رسالہ ہے
سبب تالیف کے سلسلے میں خود مولانا محمد احسن لکھتے ہیں[1]

"یہ رسالہ عروض و قوافی میں بموجب ارشاد ہدایت بنیاد قدردانِ
اہل علم صاحب والا نسب جناب مستطاب کیمپسن صاحب
بہادر ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ممالک مغربی و شمالی (یوپی)

---

[1] رسالہ عروض از مولانا محمد احسن "مقدمہ" مطبع الہ آباد ۱۸۶۲ء

کے احقر العباد محمد احسن مدرس اول فارسی مدرسہ بریلی نے
سنہ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں تالیف کیا اس میں قواعد ضروری عروض اور قافیہ
کے اور مشہور مروج بحروں کے نام اور نہایت مشہور زحافات لکھے
جاتے ہیں جو بحریں کہ غیر مشہور ہیں یا زحافات مرکب خواہ غیر مشہور
ہیں یا بحروں مروجہ حال میں نہیں آتے ان کا ذکر اس میں نہیں
لکھا اور عبارت کا آسان ہونا اور اس میں سے مطلب کا بخوبی سمجھ
میں آنا تمام رسالہ میں ملحوظ رکھا ہے اس رسالہ میں دو باب ہیں
باب اول میں عروض کا بیان ہے اور دوسرے میں قوافی کا ذکر ہے"
رسالہ میں اکثر مثالوں میں مولانا محمد احسن نے اپنے اشعار دیئے ہیں یہ رسالہ
بھی متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔

(۶) زاد المخدرات یہ کتاب تعلیم نسواں کے بیان میں تالیف کی گئی اس لئے
گورنمنٹ نے از راہ قدردانی زاد المخدرات کی پانچسو
جلدیں خریدیں۔ اور تین سو روپیہ انعام بھی دیا[۱]
کتاب سنہ ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں لکھی گئی نام تاریخی ہے۔ مطبع صدیقی بریلی میں طبع
ہوئی ہے کتاب تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

(۷) مفید الطالبین عربی کے ابتدائی طلباء کے لئے نصاب کی ضرورت
ہے یہ کتاب لکھی گئی ہے کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے

---

[۱] تنبیہ الجہال از مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی صفحہ ۲۲

پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو امثال و مواعظ کے مختصر جملے ہیں اور باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات و نقلیات شامل ہیں۔ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی نیز دیگر مدارس عربیہ میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔ ادیب شہیر مولانا اعزاز علی امروہوی المتوفی ۱۳ رجب ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

(۸) مذاق العارفین

حجۃ الاسلام امام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا اردو ترجمہ مولانا محمد احسن نے منشی نولکشور (مالک مطبع نولکشور لکھنؤ) کی فرمائش پر (۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء تا ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) چار ضخیم جلدوں میں کیا مذاق العارفین تاریخی نام ہے ترجمہ بامحاورہ اور سلیس ہے۔ مولانا محمد احسن نے تخریج عراقی سے احادیث کے مخارج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور یہ التزام رکھا ہے کہ جن احادیث کی نسبت عراقی نے کہا ہے کہ ان کی سند صحیح ہے وہاں کچھ نہیں لکھا اور جن احادیث کو عراقی نے کسی وجہ سے معلول کہا ان کے ساتھ ضعیف وغیرہ ہر جگہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے آخر دو جلدوں کا ترجمہ پہلے کیا گیا اس کے بعد پہلی جلد کا اور سب سے آخر میں دوسری جلد کا ترجمہ ہوا ہے ترجمہ کا کام ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں شروع ہو کر ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں اختتام کو پہنچا قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے۔ شروع میں امام غزالی کا مختصر سا ترجمہ شامل ہے۔

قطعات تاریخ از مولانا محمد احسن صاحب

جلد سوم

ہوا جبکہ آوازۂ ختم ہر سو   تو دل کو ہوئی فکر تاریخ نیکو

بلا جودت طبع احسن کو فوراً — گیا بہر تعمیل ایمائے ابرو
کہا اس نے تو ترجمہ سے ہو "فارغ — "یہ تاریخ لکھ" "جلد ثالث باردو"

سنہ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء — سنہ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء — سنہ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء — سنہ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء

جلد چہارم

مزہ احباب جب اس سے اٹھائیں گے تو بولیں گے
نہ تھا آسان کچھ کوزے میں لانا بحر قلزم کا
لکھا جب ترجمہ عمدہ تو احسنؔ یہ لکھو تاریخ
عجائب ہے یہ اردو ترجمہ جلد چہارم کا

سنہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء

جلد دوم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس — جو ہر اک کو مرغوب و مطلوب ہے
تو احسنؔ سے ہاتف نے تاریخ کو — کہا لکھ دے یہ ترجمہ خوب ہے

سنہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

نولکشور پریس لکھنؤ سے یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے ہمارے پیش نظر اپریل ۱۸۸۶ء کا مطبوعہ نسخہ ہے اس کتاب کا جو اڈیشن حال میں چھپا ہے اس میں امام غزالی کے حالات "الغزالی" مولفہ مولانا شبلی نعمانی سے لے کر شامل کر دیئے گئے ہیں۔

(۹) تہذیب الایمان حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثۃ اللہفان کا اردو ترجمہ و خلاصہ حسب فرمائش منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال تہذیب الایمان کے نام سے کیا کتاب کا مضمون رد بدعات

ہے، ۶۴۸ صفحات پر مشتمل ہے مولانا کو صرف ایک ہی نسخہ مل سکا۔ لہٰذا تصحیح میں دوسری متعلقہ کتابوں سے مدد لی گئی کتاب کے ترجمہ اور طباعت کا کام صرف سات ماہ میں ختم ہوا پیرایہ بیان صاف اور سلیس ہے ترجمہ نظم کا نظم میں کیا ہے یہ کتاب رجب ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶) میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی ہے مولانا محمد احسن صاحب نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

مکائدِ شیطاں کے جب چھپ چکے — ہوا بہر تاریخ دل وانہ طلب
ندا ہاتفِ غیب نے دی اسے — کہ لکھ دے "لذا کر بہ ہی بلن کان قلب"

۱۲۸۳ھ
۱۸۶۶ء

ہمیں اس کتاب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا ہم اپنے مخلص دوست مولوی نثار الحق صاحب ایم اے کے شکر گذار ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اس کتاب کے متعلق ضروری معلومات کتب خانہ دار العلوم دیوبند سے حاصل ہوئیں۔ ابھی حال میں اس کتاب کا ایک نسخہ مسجد رحمانیہ کے کتب خانہ (رنچھوڑ لائن، کراچی) میں نظر سے گذرا۔ اس کتاب کے رد میں ایک مختصر رسالہ تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین کے نام سے مولوی عبد الصمد سہسوانی (تلمیذ مولانا عبد القادر بدایونی) نے ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) میں لکھا جو انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڈھ میں طبع ہوا ہے۔

(۱۰) احسن المسائل فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ شاہ اہل اللہ دہلوی (برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نے کیا تھا مولانا محمد احسن نے اپنے بھائی مولوی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اُردو میں اس کا ترجمہ کیا اور احسن المسائل نام رکھا۔ توضیح و تشریح کے لیے

حاشیہ اور حسب ضرورت متن میں اضافہ فرمایا مولانا محمد احسن صاحب نے قطعہ تاریخ یہ لکھا ہے۔

ہوئی فقہی مسائل کی کتاب بے نظیر احسن
نہ ہووے سیر جسکے دیکھنے سے نفس شائق کا

سن ختم اسکا میں چاہا تو ہاتف غیب سے بولا
لکھو گنج حقائق ترجمہ کنز الدقائق کا

سنہ ۱۲۸۴ھ
۱۸۶۷ء

اس کتاب کے جملہ حقوق مولوی اللہ یار خاں تاجر کتب بریلی کے نام محفوظ تھے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی مولانا محمد احسن صاحب ہی کی حیات میں بعد نظر ثانی مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا یہ کتاب مختلف مطابع میں طبع ہو چکی ہے سنہ ۱۹۱۹ء میں قیومی پریس کانپور میں مولوی وصی علی صاحب[1] ملیح آبادی کے اردو حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی مگر پریس میں آگ لگنے کی وجہ سے تمام اسٹاک جل گیا کسی طرح کچھ نسخے نکل گئے تھے

---

[1] مولوی وصی علی ابن حکیم شیخ محمد یوسف ملیح آباد وطن ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی مروجہ تعلیم اردو فارسی کی تحصیل ملیح آباد کی پھر مدرسہ نیازیہ خیرآباد، مدرسہ رفاہ المسلمین لکھنؤ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تمام علوم معقول و منقول مختلف اساتذہ سے حاصل کئے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں فارغ التحصیل ہو گئے اور مدرسہ جامع العلوم کانپور ہی میں مدرس ہو گئے، سنہ ۱۹۱۹ء میں مدرسہ الٰہیات کانپور میں مدرس ہو گئے سنہ ۱۹۲۸ء تک مدرسہ الٰہیات سے متعلق رہا اس کے بعد مدرسہ صوبہ دار کا پور اور مدرسہ جامع العلوم کانپور سے پھر متعلق ہو گئے سنہ ۱۹۳۵ء میں فریضہ حج ادا کیا سنہ ۱۹۴۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بحیثیت سنی ڈین تقرر ہوا اور یہ تعلق سنہ ۱۹۵۰ء تک رہا۔ تفسیر جلالین پر جستہ جستہ عربی حاشیہ لکھا جو قیومی پریس کانپور میں چھپ چکا ہے، یونیورسٹی میں بی اے کے طلبا کے لئے نصاب دینیات (سنی) مرتب کیا۔ مولوی وصی علی صاحب آجکل اپنے وطن ملیح آباد میں مقیم ہیں۔ آپکے صاحبزادے مولوی اشرف علی مالک اشرف اینڈ کمپنی (سعید منشن پاکستان چوک) کراچی میں ہیں۔

اسی نسخہ کو حال میں لاہور کے مشہور ناشر کتب سراج الدین اینڈ سنس (لاہور) نے چھاپ لیا ہے اور بددیانتی یہ کی ہے کہ مترجم کی حیثیت سے مولانا محمد احسن صاحب کا نام حذف کر دیا ہے اور محشی مولوی وصی علی صاحب ملیح آبادی کا نام باقی رکھا ہے۔ کنز الدقائق کا ایک اردو ترجمہ ظہیر الحقائق کے نام سے ظہیر احمد ظہیری سہسوانی (المتوفی ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) نے بھی کیا ہے جو ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں گلزار ہند اسٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا تھا۔

(۱۱) غایۃ الاوطار فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب در مختار کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولانا خرم علی بلہوری نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں کتاب النکاح سے شروع کیا محرم ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں قریب اختتام تھا کہ پیغام اجل آ گیا۔[۱] مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو ان کے ورثا سے اشاعت کی غرض سے خرید لیا اور بقیہ ترجمہ از باب الاذان تا کتاب الصلوٰۃ مکمل کیا اور جن مقامات کو مولانا خرم علی بلہوری نے چھوڑ دیا تھا ان کو مکمل اور اس ترجمہ کو ہر طرح سے صحیح و درست کر کے چند اصحاب کی شرکت میں اول چوتھی جلد مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی نام غایۃ الاوطار[۲] رکھا لیکن یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔ مولانا محمد احسن کو سخت فکر ہوئی اور ایک اشتہار اس باب میں طبع کر کے مشتہر کیا نواب کلب علی خاں

۱؎ ملاحظہ ہو تمہید غایۃ الاوطار از مولانا محمد احسن صاحب مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی مگر ہمارے فاضل دوست مولانا عبد الحلیم چشتی صاحب کی تحقیق ہے کہ مولانا خرم علی بلہوری کا انتقال ۱۲۷۳ھ میں ہوا ملاحظہ ہو معارف اعظم گڑھ سی آجولائی ۱۹۵۷ء

۲؎ اس کتاب کی ابتدا ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں ہوئی اور اختتام ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں ہوا مولانا محمد احسن صاحب نے وسط کے سال ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء کے مطابق تاریخی نام "غایۃ الاوطار" رکھا۔

رئیس رام پور (المتوفی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء) نے طباعت کے جملہ مصارف برداشت کئے مولانا محمد احسن نے نواب رام پور کی معارف پروری کا خاص طور سے ذکر کیا ہے اس کتاب کی تصحیح و تکمیل میں مولانا محمد احسن کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھی شریک رہے اس ضخیم اور گرانقدر کتاب کی چاروں جلدوں کی طباعت ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں ہوئی جیسا کہ قطعات ذیل سے ظاہر ہے۔

قطعات تاریخ از مولانا محمد احسن صاحب

رشک گلزار چو گردید ز طبع ایں نسخہ — سال ختمش ز رہ فکر بجستم بیہم
از دل غیب ندا داد سروشم ناگاہ — پے تاریخ بگو فقہ امام اعظم

۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء

دیگر

جب ہو چکی یہ کتاب مطبوع — ہم رنگ بہار تازہ گلشن
پایا سر حسن سے حسن طبع — خرم سے ہے یادگار احسن

۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء

از میر ہدایت علی ہدایت بریلوی

باہتمام مولوی صاحب سے جب — مسئلے آسان و مشکل چھپ گئے
سال یہ دل سے ہدایت کے ملا — دین اعظم کے مسائل چھپ گئے

۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء

یہ کتاب نول کشور پریس لکھنؤ میں بھی چھپی ہے ہمارے پیش نظر مطبع صدیقی بریلی کا چھپا ہوا نسخہ رہا ہے۔

(۱۲) حمایت الاسلام

جب سر سید احمد خاں سنہ ۱۸۶۹ء میں لندن گئے تھے تو ان کے پیش نظر مشہور مصنف ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جواب لکھنا بھی مقصود تھا چنانچہ انہوں نے لندن میں کافی مواد جمع کیا۔ انگلستان کے ایک معروف مصنف گاڈ فری ہیگنس GODFREY HIGGINS کی کتاب اپالوجی APOLOGY جو اس نے تائید وحمایت اسلام اور عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید میں لکھی تھی سر سید احمد خاں نے بہت تلاش وجستجو کے بعد کسی جرمن کتب فروش سے دس گنی قیمت دے کر حاصل کی اور خطبات احمدیہ کی تالیف میں اس سے مدد لی سر سید احمد خاں کو خیال ہوا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا محمد احسن کو یہ کام سپرد کیا۔ مولانا نے اس کتاب کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا [1] مولف تنبیہ الجہال کا کہنا ہے [2] کہ اس ترجمہ میں مولانا محمد احسن کے شاگرد فضل رسول (طالب علم بریلی کالج) بھی مددگار رہے چونکہ اس زمانہ میں کچھ لوگ "اثر ابن عباس" کی وجہ سے مولانا محمد احسن کے خلاف تھے اس لئے مولانا نے اس ترجمہ کو منشی عبدالودود کے نام سے سنہ ۱۹۲۰ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا منشی عبدالودود کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون صمد تھے ترجمہ نہایت صاف اور سلیس ہے نمونہ درج ذیل ہے۔

---

[1] حیات جاوید (حصہ دوم، دینی خدمات) صـ ۱۵۴ از مولانا الطاف حسین حالی مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ (طبع ثانی سنہ ۱۹۰۳ء)

[2] تنبیہ الجہال صـ ۲۰

"عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا اپنے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو
عیسٰی کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے جب عیسٰی
(علیہ السلام) کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ
دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدیٰ کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل
دیئے برعکس اس کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے پیغمبر
اسلام کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں
ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔"

کتاب حمایت الاسلام سر سید احمد خاں کے مصارف سے طبع ہوئی اور اس کے جملہ حقوق محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج فنڈ کمیٹی کے لئے محفوظ رہے اصل کتاب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا ہم اپنے محترم بزرگ جناب پروفیسر ضیاء احمد صاحب بدایونی (شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کے چند اقتباسات، تمہید مترجم، التماس مصنف اور حرف آخر لٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے نقل کر کے بھیجے۔

(۱۳) کشاف

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف کا اردو ترجمہ مالک مطبع مجتبائی دہلی کی درخواست پر رسالہ کشاف کے نام سے ۱۳۰۷ھ ۱۸۸۹ء میں کیا اگرچہ اس رسالہ کا ترجمہ اس سے پہلے بھی بعض لوگوں نے کیا تھا۔ مگر ان میں بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں۔ مولانا محمد احسن نے نہایت محنت و کاوش سے بہت صحیح و درست ترجمہ کیا

رسالہ میں ایک فہرست مضامین بھی لگادی۔ قطعہ ذیل سے تاریخ نکلتی ہے۔

جس گھڑی یہ ترجمہ پورا ہوا — جس کا ہر مطلب نہایت صاف ہے
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا — ترجمہ انصاف کا کشاف ہے

سنہ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء

اس رسالہ کا ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی (ف سنہ ۱۳۸۱ / ۱۹۶۲) نے بھی کیاہے۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں اس کتاب کا اردو ترجمہ مولوی صدرالدین اصلاحی صاحب نے "اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ" کے نام سے کیاہے جو دفتر جماعت اسلامی اچھرہ لاہور سے شائع ہواہے۔

(۱۴) سلک مروارید

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید کا اردو ترجمہ بھی مولوی عبدالاحد، مالک مطبع مجتبائی دہلی کی فرمائش پر سلک مروارید کے نام سے کیا ترجمہ نہایت صاف اور آسان ہے حسب ضرورت تشریح و وضاحت کی ہے اور مضامین کو [illegible] ان کر کے پیش کیا [illegible] فید حواشی بھی لکھے ہیں۔ قطعہ تاریخ درج ذیل ہے

[illegible] مطابق — جانفشانی سے کیا جب میں نے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ [illegible] — سلک مروارید ہے دیکھا یہ زیبا ترجمہ

سنہ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء

(۱۵) خیر متین

حصن حصین کا اردو ترجمہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے باسم تاریخی "ظفر جلیل" کیا مولانا محمد احسن نے مالک مجتبائی پریس دہلی کی درخواست پر اس ترجمہ کو بامحاورہ اردو میں کیا اور تصحیح و درستی

کے فرائض بھی انجام دیئے اور تاریخی نام خیر متین رکھا۔ مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا۔

یہ مجموعہ عجیب حصن حصین ہے — بیان قول ختم المرسلیں ہے

ارادہ تھا لکھوں تاریخ اتمام — کہ ہاتف نے کہا "خیر متین" ہے

۱۳۱۰ھ
۱۸۹۲ء

(۱۶) نکات نماز مشہور رسالہ اسرار الصلوٰۃ کا اردو ترجمہ ہے اس کتاب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا

حواشی و تصحیح مولانا محمد احسن نانوتوی نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح کے ساتھ مرتب کیا۔ مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی نے اکثر کتابیں مولانا محمد احسن کے حواشی اور تصحیح کے ساتھ شائع کیں طبع کیں ہیں جو کتابیں معلوم ہو سکیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱۷) حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور و معرکہ آرا کتاب حجۃ اللہ البالغہ سب سے اول ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں مولانا محمد احسن نے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی اور حرف آخر حسین کے پیش نظر تصحیح و [illegible] مقابلہ کے لئے حجۃ اللہ البالغہ کے چار قلمی نسخے [illegible] ارشاد حسین رام پوری، مولوی ریاض الدین [illegible] اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ [illegible] مراد آباد [illegible] رہے مولانا محمد احسن نے مقابلہ و تصحیح و تحشیہ کے فرائض [illegible] خوبی سے انجام دیئے مولانا نے درج ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

احمد اللہ قاضی الاوطار — معطی العلم معلی الافکار

واصلی علی النبی الھاد — سید الخلق احمد المختار

بعد هذا فانها حکم | جمعتہ الکرام والاخیار
رحمہ اللہ من افاد بما | ما سمعنا بمثلہ الاخبار
واذا تم طبعہا کملاً | وحدنا الفاظہا الابصار
فاذا ہاتف یقول ان کتب | حجۃ اللہ ہاذہ الاسرار

سنہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

دیگر

حجۃ اللہ البالغہ مکمل

سنہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

(۱۸) **ازالۃ الخفا** حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکۃ آلارا تصنیف ازالۃ الخفاء بھی سب سے اول سنہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں مطبع صدیقی بریلی سے مولانا محمد احسن نے شائع کی اس کتاب کے مولانا محمد احسن کو صرف تین نسخے تصحیح و مقابلہ کے لئے مل سکے تحشیہ کا کام مولانا نے بڑی محنت سے کیا جیسا کہ خاتمہ کتاب میں خود لکھتے ہیں ؎

"ازا... [illegible] نسخہ بہم شدہ بودند یکے ازانہا ... مطابق ... [illegible] جمال الدین مدار المہام) از بھوپال ... [illegible] جناب فضیلت مآب مولوی احمد حسن صاحب مراد آبادی عنایت فرمودند و سوم المسمی زمن جناب مولوی

۱؎ باثبات الالف للضرورۃ

۲؎ ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ صاحب (مطبع صدیقی بریلی سنہ ۱۲۸۶ھ)

نورالحسن صاحب بہرور کاندھلوی مرحمت کردند ہر چند ہر سہ

نسخہ جات مملو از اغلاط بودہ مگر بمقابلہ یک دگر حق صریح

اکثر ظاہر می شد و انجا کہ ہر سہ نسخہ در غلطی موافق بودند رجوع

بکتب دیگر کردہ می شدہ آید اگر کتب دیگر ہم نشانے بہم رسید

چیزے از محو و اثبات بعمل آوردہ می شد و اکثر جا از تصرف

خود بر حاشیہ اطلاع کردہ ام ؛

کتاب کے آخر میں قطعات ذیل درج ہیں [1]

از مولانا محمد احسن نانوتوی

بود میل کلکم زبہر سجود   بدرگاہ حی ودلی و قریب

---

[1] سو سال کا عرصہ ہو نے آیا مگر یہ اصل کتاب آج تک دوبارہ شائع نہیں ہوئی ہے حالانکہ اس کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کا تنقیدی اور محشی ایڈیشن شائع کیا جائے۔ شوال ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں مفتی انشاء اللہ نے حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور سے ازالۃ الخفا [illegible] دو ترجمہ شائع کیا جو کثیر الاغلاط ہے اس کتاب کے ایک حصہ کا ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنوی [illegible] اور حرف آخر میں۔ [illegible] ایجوکیشنل سوسائٹی (قرآن محل کراچی) نے ازالۃ الخفا کا اردو ترجمہ د[illegible] اللہ دہلوی کے مشہور [illegible] ترجمہ ہے مترجمین میں مولانا عبدالشکور کا بھی نام شامل کر دیا ہے [illegible] ترجمہ کارخانہ تجارت کتب بھی مولانا عبدالشکور لکھنوی کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں جس کی پہلی جلد سنہ ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔ مورخ شہیر مولانا محمد میاں، ناظم جمعیۃ العلمائے ہند (دہلی) نے ازالۃ الخفاء کا توضیحی و تشریحی ترجمہ شائع کرنا شروع کیا ہے جس کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں۔

کہ از فضل خود باب رحمت کشود | پے ختم ایں نسخہ بس غریب
بروح مصنف خدایا ز جود | کنی رحم بیہم بجاہ حبیب
ز تقریر خود صرف شک را زدود | زہے نسخۂ درد را حسن طبیب
پے سال طبعش دلم را ربود | تفکر بمیدان ... حبیب
ز ہاتف لیکا یک ندائے شنود | دلیلِ خلافت بوجہ عجیب

سنہ ۱۲۸۶ھ
۱۸۶۹ء

از سید احمد شاہ بریلوی

بحمد اللہ ایں نسخہ بے مثالی | شدہ طبع در سعادت با سعادت
بتصحیح تحریر احسن ملقب | مہمات او دیانت حسن کفایت
چہ از حل مشکل چہ شرح غریبش | تحشی او داد، داد وضاحت
بیا بند بینندگان حظ وافی | ز کشف غوامض باقصائی غایت
بے ذات او منبع علم وجوہر | چو رانم سخن از کمال درایت
چو تاریخ طبعش بجستم ز ہاتف | بفرمود کافی بیان خلافت

سنہ ۱۲۸۶ھ
۱۸۶۹ء

(۱۹) ... مطابق ... شفاء قاضی عیاض کو سنہ ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) میں مولانا محمد احسن نے تصحیح کے بعد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مرادآبادی المتوفی سنہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) نے حاشیہ لکھا ہے اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ کی تکمیل کی ہے قطعہ تاریخ درج ذیل ہے۔

بذل المصحح جهده وعناه — لیجوز من خیر الوری بشفاعته
یا قارئا باللہ فتسل فی حقہ — یغشاء رب العالمین برحمتہ
بی عام الطبع ارخ قائلا — بمنہ کمل الشفاء برافتہ
[illegible] — ۱۲۸۷ھ
۱۸۷۰ء

(۲۰) کنوز الحقائق مولوی عبد الاحد، مالک مطبع مجتبائی دہلی کی فرمائش پر مولانا محمد احسن نے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ کنوز الحقائق کے نام سے عربی میں لکھا یہ حاشیہ نہایت مفید اور کارآمد ہے اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمن دیوبندی نے کی ہے۔ مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہے

(۲۱) نفحۃ الیمن عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد الشروانی الیمنی المتوفی ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) کی عربی ادب کی معروف کتاب نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن پر مولانا محمد احسن نے فارسی میں حاشیہ لکھا ہے۔ مولانا کا محشی نسخہ مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا ہے اصل کتاب کلکتہ سے ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں ایک انگریز [illegible] اور حرف آخر لکھ کر ایم۔ لیمبڈن (M. LUMBDEN) نے شا[illegible]

(۲۲) خلاصۃ الحساب [illegible] نصاب کی [illegible] اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ [illegible] پر [illegible] نے حاشیہ لکھا ہے [illegible] [illegible]ائی دہلی میں چھپا ہے

(۲۳) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین حسب فرمائش مولوی عبد الاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی

مولانا محمد احسن نے بہ تصحیح تمام مرتب کی ضروری حواشی لکھے سنہ ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں مطبع مجتبائی دہلی میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ ابھی حال میں یہ کتاب پشاور میں چھپی۔

(۲۴) فتاوای عزیزی — حضرت شاہ عبدالعزیز [illegible] مولوی عبدالاحد کی درخواست [illegible] نے نہایت محنت سے صحیح و درست کر کے مرتب کئے۔ یہ کتاب بھی مطبع مجتبائی [illegible] میں چھپی ہے۔

(۲۵) جواہر القرآن — اعمال و اوراد کی یہ کتاب امام علی بن نجف علی کی تالیف ہے چند اعمال خواجہ ضیاء الدین صاحب نے اضافہ کئے ہیں یہ کتاب مولانا محمد احسن نے مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی کی درخواست پر مرتب کی کتاب مطبع مجتبائی میں چھپی ہے۔

(۲۶) رسالہ نیچرل فلاسفی — گارساں و تاسی لکھتا ہے کہ محمد احسن نانوتوی نے نیچرل سائنس پر ایک سو بیس ۱۲۰ صفحے کا رسالہ مسٹر ٹیلر کی نگرانی میں شائع ہوا ہے [۱]

[illegible] مطابق

(۲۷) [illegible]یات — مولوی محمد احسن نے مختلف مثنویوں کا ایک مجموعہ بھی شائع کیا تھا۔

(۲۸) تنبیہ الرفیق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق — شمس العلماء میاں نذیر حسین

[۱] HISTOIRE DE LA LITTERATURE HINDOUE ET HINDOUSTANIE VOL. 1. P. 146.

[illegible] ۱۳۲۰ھ [۱۹۰۲ء] نے ایک رسالہ ثبوت الحق الحقیق لکھا جو مندرجہ ذیل سوالات کے [illegible] میں تھا کہ عامی اور غیر عامی جو درجۂ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے تقلید ایک مذہب [illegible] نہیں اور جس پر تقلید واجب ہے اگر وہ تقلید ایک مذہب معین کی [illegible] کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ساتھ اس کے کھانا پینا اور شادی کی رسم جاری رکھنا درست ہے یا نہیں۔ شمس العلما میاں نذیر حسین نے اس کا جواب لپنے مخصوص نظریات اور معتقدات کی روشنی میں دیا تھا اور ان کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا محمد احسن نانوتوی کے پاس بھیجا اور ایک قسم کا چیلنج دیا کہ[1]

"آپ اب یا بعد دو چار مہینے کے خود یا بمشورہ اپنے علمار کے اس کا جواب دیں"

مولانا محمد احسن اگرچہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور عارضی طور سے بریلی آئے ہوئے تھے مگر انہوں نے فوراً اس رسالہ کا جواب تنبیہ الرفیق علی مغالطہ ثبوت الحق الحقیق کے نام سے لکھا اور بتایا کہ مؤلف [illegible] ثبوت الحق الحقیق نے اپنی تحریر میں اکثر مغالطے دیئے ہیں مولانا محمد احسن نے ام[illegible] اور حرف آخر میں [illegible] کہ میاں نذیر حسین نے معین الدین لیسر جمیل الدین [illegible] اور مختصرات بھی نہیں جانتے بمعیت مولوی محمد شکور [illegible] اللہ دہلوی نے [illegible] سند حدیث عنایت کردی پالیس پچاس سال کی عمر تک تو مؤلف رسالہ میاں نذیر حسین پابند مذہب حنفی رہے[2]

---

[1] تنبیہ الرفیق علی مغالطہ ثبوت الحق الحقیق از مولانا محمد احسن ص ۲ (قیصری پریس بریلی)

[2] تنبیہ الرفیق ص ۱۵

یا ان کے استاد مولوی عبدالخالق دہلوی منکر تقلید شخصی کو گمراہ کہتے تھے[۱] رسالے کے آخر میں مولانا محمد احسن نے بعنوان التماس لکھا ہے کہ[۲]

"اس عاجز کا طریقہ بدستور سے مناظرہ اور [illegible] نہیں چنانچہ آج تک نہ کوئی مناظرہ تقریری کیا اور نہ کوئی [illegible] تحریر میں آیا اور نہ ارادہ تقریر و تحریر کا تھا یہ سطور مجھے بمجبوری لکھنا پڑیں غرض اس سے یہ نہیں کہ سلسلہ مکابرہ قائم رہے بلکہ مستفسر کو امر حق ظاہر کرنا تھا سو کر دیا۔ کوئی مانے یا نہ مانے، وما علینا الا البلاغ المبین"

اس رسالہ پر نظر ثانی و تصحیح مولوی احمد حسن بریلوی نے کی ہے اور یہ رسالہ مطبع قیصری بریلی میں طبع ہوا ہے اس رسالہ کا ایک نسخہ ہمیں مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب کے ذخیرہ علمیہ میں دیکھنے کو ملا جس کے لئے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

(۲۹) قلم [illegible] اگرچہ یہ کوئی تصنیف نہیں ہے مگر مولانا محمد احسن [illegible] [illegible]ی کی تحریری یادداشتوں کا مجموعہ ہے لہذا [illegible] مطابق [illegible] بیاض منشی عزیز حسن صاحب نانوتوی نبیسہ منشی محمد ا[illegible] [illegible]حسن نانوتوی) کے پاس محفوظ ہے۔

اس میں مولانا محمد احسن کے آمد و خرچ کے اندراج مختلف یادداشتیں، داد و ستد

۱؎ تنبیہ الرفیق صہ ۱۷

۲؎ تنبیہ الرفیق صہ ۲۰

کے حسابات، طبی نسخے، اقلیدس کی شکلیں، احباب کی فرمائشیں، شادی کے مسودے نیز دیگر تحریریں بطور اجمال درج ہیں۔ آمد و خرچ کے حسابات فروری ۱۸۶۱ء سے تا آخر جولائی ۱۸۶۷ء [illegible] ہیں۔ مولانا محمد احسن کے ہاتھ کی بعض انگریزی تحریریں [illegible] ہیں۔ اس بیاض سے ہمیں ترتیب حالات میں بڑی مدد ملی۔

[illegible] و احفاد

مولانا محمد احسن صاحب کی پہلی بیوی امانت النساء (خواہر متولی نصیر الدین گنگوہی) سے دو لڑکے مولوی فضل الرحمٰن منشی محمد اسمٰعیل اور ایک لڑکی کلثوم تھیں۔

مولوی فضل الرحمٰن

مولوی فضل الرحمٰن نے کتب درسیہ کی تحصیل اپنے والد مولانا محمد احسن سے کی۔ فضل الرحمٰن حافظ قرآن تھے قرأت و تجوید سے بھی واقف تھے مولوی فضل الرحمٰن کی شادی مولوی محمد منیر کی صاحبزادی ام فضل سے ہوئی تھی مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر جب نانوتہ قیام کیا تو ان کی زیر نگرانی مولوی فضل الرحمٰن تالیف و ترجمہ کا کام کرتے تھے انہوں نے انیس الواعظین کے کچھ حصہ کا ترجمہ کیا بقیہ مولوی [illegible] نے مکمل کیا۔ کلمات طیبات (مکتوبات حضرت مرزا مظہر جانجاناں و [illegible] اور حرف آخر [illegible] مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہیں۔ مولوی [illegible] اللہ دہلوی کے مشہور [illegible] برادر محمد افضال تھے جن کا عین شباب میں دہلی میں انتقال [illegible] فضل الرحمٰن لاولد فوت ہوگئے۔

منشی محمد اسمٰعیل

منشی محمد اسمٰعیل گرداور قانون گو تھے ان کی شادی ان کے ماموں متولی نصیر الدین کی صاحبزادی صدیقہ بیگم

کے ساتھ ہوئی تھی جن سے صرف ایک صاحبزادی نعیمہ خاتون تھیں نعیمہ خاتون نذیر حسن صاحب (ولد نورالحسن گنگوہی) سے منسوب تھیں۔ ان کے دو صاحبزادے منشی عزیز حسن اور منشی حو[illegible] ہیں [illegible] ڈاکخانہ (ناظم آباد کراچی) میں ملازم ہیں۔ منشی محمد اسمٰعیل کا انتقال ۱۷ر صفر ۱۹۱۸ء کو ہوا۔

مولانا محمد احسن کی صاحبزادی کلثوم کی شادی تھانہ بھون میں احمد (ولد مولوی [illegible]) سے ہوئی تھی۔ شادی کے تقریباً پانچ چھ ماہ بعد کلثوم بیوہ ہوگئیں۔

مولانا محمد احسن کی دوسری بنارس والی بیوی سے ایک لڑکے محمد ابراہیم اور تین لڑکیاں عصمت، آمنہ اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

مولوی محمد ابراہیم نے اپنے والد سے تحصیل علم کی طبیعت [illegible] موزوں تھی کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ تمام عمر محکمہ تعلیم میں ملازم رہے [illegible] پائی ان کی شادی مولانا محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند کی پھوپی زاد بہن [illegible] المنان بنت مولوی عبداللہ انبیہٹوی (پروفیسر [illegible]) تھیں۔ جن سے چار لڑکے محمد اسرائیل، [illegible] اور چار لڑکیاں نعیمہ، حسینہ، سیدہ اور طیبہ ہوئیں۔ محمد الیاسین [illegible] اور سیدہ فوت ہوگئے۔ محمد الیاسین ڈاکٹر تھے باقی اولاد موجود ہے۔ نعیمہ خاتون اور طیبہ کراچی میں ہیں۔ عصمت بی بی کی شادی مولانا شیخ محمد تھانوی کے صاحبزادے مولوی محمود صاحب سے ہوئی تھی ان کے تین صاحبزادے اعلیٰ، افضل، مسعود، اور ایک صاحبزادی ام فضل تھیں۔ ام فضل کی شادی عبدالغنی